ماھنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

June 2024





وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 08 June 2024

Dhul Qadah/Dhul Hijjah 1445 AH

جلد: 44 شمارہ: 08 جون 2024ء

ذوالقعدہ/ذوالحجہ: 1445ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اے میرے پروردگار! ہم تیری حمد کرتے ہیں، تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، تیری ہی بخشش کے خواہاں ہیں۔ ساری خیر ہم تیری طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ اے میرے الٰہ اور خالق! تیرے لیے ساری حمد وثنا اور شکر ہے۔ اگرچہ حمد وثنا اور شکر سے تیرے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہی گواہی ہمیں بلند مقام تک پہنچا سکتی ہے۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جنہوں نے بہترین طریقے سے مناسک ادا کئے، کعبہ کا طواف کیا اور اس کا رخ کیا اور اس گھر کی نشانیوں کو واضح کیا۔

اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت پر، جو قوموں کی چنیدہ آل ہے، صحابہ کرام پر جو سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں، اسی طرح تابعین پر اور استقامت کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر رحمتیں نازل ہوتی رہیں، جب تک حاجی بیت اللہ کا رخ کرتے اور احکام الٰہی کے پابند بنتے ہیں۔ اے اللہ! ان سب پر قیامت تک جاری رہنے والی سلامتی بھی نازل فرما!

بعدازاں! اے اللہ کے بندو! اللہ سے یوں ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، کیونکہ یہ سب سے قیمتی ذخیرہ اور تمام عبادتوں کا مقصد اور نتیجہ ہے۔

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾

”زادِ راہ لے لو، یاد رکھو کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔“ (سورۃ البقرہ:197)

اے مسلمانو! حج کے بابرکت دن آ پہنچے ہیں، اس کی روشن راتیں جلوہ گر ہو چکی ہیں، محبت کرنے والوں کے شوق کی کیفیت بے مثال ہو گئی ہے، اس مقام کو دیکھنے والے خوش نصیب لوگوں کے دل خوشبو سے معطر ہوگئے ہیں؛ تو یہ گھر بھی ان کے لئے مسکراہٹیں بکھیرنے لگا ہے؛ کہ وہ بھی اس بابرکت موسم کے بہترین وفد کی آمد سے خوش ہے۔ یہ بات کر رہے ہیں حضرت ابراہیم کی لازوال پکار کی اور اسلام کے پانچویں رکن کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ * لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ﴾

”لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں * تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں اللہ کا نام لیں۔“ (سورۃ الحج:27-28)

ایمانی بھائیو! یہ ہیں حرمین شریفین، جو کہ دین اور اسلام کا مرکز ہیں، عزت وعظمت کا مقام ہیں، جو زمانہ در زمانہ اور سالہا سال سے یوں ہی محترم ہیں۔ انہیں اللہ نے چن لیا ہے، ان ہی کی سرزمین پر قرآن نازل ہوا، یہیں پر تمام انسانوں کے سردار نے عبادت کی، آپ ﷺ پر اللہ کی پاکیزہ ترین رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں۔

على الجوانحِ هَبّت نِسْمَةُ الحَرَمِ
وهامَ كُـلُّ فـؤادٍ للضِّـياءِ ظَمِي
والناسُ من كُلِّ فَجٍ أقبلتْ زُمَرًا
وكُلهم في حِمَى الباري على قَدَمِ

حرم کی ہوائیں چل پڑی ہیں، نور کے پیاسوں کے دل موہنے لگی ہیں۔ لوگ ہر طرف سے گروہوں میں آتے جا رہے ہیں، سب ہی باری تعالیٰ کی پناہ سے واقف اور مانوس ہیں۔

یہاں زمین پر پہلا گھر ہے جو عبادت کے لئے بنایا گیا، یہ توحید اور اتحاد کی علامت ہے، یہاں شعائر بھی ہیں، مشاعر مقدسہ بھی ہیں اور امن وامان بھی ہی ہے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾

”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے اس کو خیر وبرکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔“ (سورۃ آل عمران:96)

رأيتُ البيتَ عاينتُ المقاما
وأديتُ التحيةَ والسّلامَا
أمامَ البيتِ ما جَفَّتْ دُمُوعي
أَظَلُّ أنَا المُحِبّ المُسْتَهَامَا

میں نے کعبہ دیکھا، مقام ابراہیم کو دیکھا، اور میں نے تحیۃ المسجد بھی ادا کی اور سلام بھی کیا۔ کعبہ کے سامنے میرے تو آنسو ہی نہ رکے، میں ہی تو ازل سے اس گھر سے محبت کرنے والا۔

اے معزز حجاج کرام: خوش آمدید، آپ کی آمد مبارک ہو، آپ کو اس چناؤ اور انتخاب پر مبارک ہو؛ ہمیشہ اس مقام کی عظمت اور حرمت کو یاد رکھیں، اس

کی پاکیزگی اور تقدس کو ذہن میں رکھیں، آپ بیت العتیق میں قریب ہیں، اللہ کی بہترین زمین میں ہیں، اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ پر ہیں۔

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾

"اللہ نے مکان محترم، کعبہ کو لوگوں کے لیے قیام کا ذریعہ بنایا۔"(سورۃ المائدہ:97)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«إن هذا البلد حرمه الله يوم خلق السماوات والأرض، فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيامة»

"اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس ہی محترم قرار دے دیا تھا جس دن اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محترم ٹھہرایا ہوا شہر ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔"(متفق علیہ)

تو اس کی تعظیم کرنا اللہ کی نشانیوں اور احکام کی تعظیم میں شامل ہے۔

﴿ذَلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾

"اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔"(سورۃ الحج:30)

"اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔"(سورۃ الحج:32)

اے امت اسلام! یہ ہر طرف نظر آنے والا امن اور بے مثال سلامتی کا ماحول صرف نظام بنانے اور اصول وضع کرنے کی بنا پر ہی حاصل نہیں ہوا، بلکہ اسے قائم کرنے اور مستحکم بنانے کے لیے انعام دینے اور سزائیں نافذ کرنے سے کام لیا گیا ہے، سخت تنبیہ سے بھی کام لیا گیا ہے، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو اس کی خلاف ورزی کی کوشش کرتے ہیں، یا اسے توڑنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

"اِس میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا اسے ہم درد ناک عذاب کا مزا چکھائیں گے۔"(سورۃ الحج:25)

سنُعَظِّمُ موطنَ الزُّلْفى وإنّا
على حب القداسة لن نُلاما
فتِلْكَ مواطنُ الذكرى سَنَاهَا
على الآفاق يَكتَسِحُ الظّلَامَا

ہم عزت کے مقام کی تعظیم کریں گے اور ہمیں، جائے مقدس کی محبت پر کوئی ملامت نہیں کرے گا، یہ یادگار مقامات ہیں جن کا نور ،، آسمانوں پر اندھیروں کو دھکیل رہا ہے۔

حرمین اور ان کے زائرین کی امن سلامتی ایک سرخ لکیر ہے جسے کسی بھی حالت میں پار نہیں کیا جاسکتا، ہر شریعت میں اس کا یہی مقام ہے، خواہ خلافورزی کا ذریعہ کوئی بھی ہو۔

اے ہم عقیدہ موحد بھائیو! حج ایک بڑی عظیم عبادت ہے۔

«مَنْ حَجّ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ» (صحیح بخاری و صحیح مسلم).

"جو حج ادا کرتا ہے اور اس میں نہ کو بے حیائی کا کام کرتا ہے اور نہ کوئی گناہ کرتا ہے، وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو کر پلٹتا ہے، جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہو۔"

وعِندَ الركنِ تنحسرُ الخطايا
مُلملِمةً جوانَحها انهزامَا
ففي ركنِ الحطيمِ له ائتلاقٌ
إذا رامَ الحجيجُ له استلامَا

رکن یمانی کے پاس خطائیں سکڑ جاتی ہیں، شکست کھا جاتی ہیں، اپنے پہلوؤں کو سمیٹتی ہیں۔ حطیم کے پتھر پر بھی نور چمک رہا ہوتا ہے کہ حاجی اسے چھونے کے لیے آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اللہ کی خالص توحید کو قائم کرنا سب سے اہم کام ہے، جو اس مقدس شہر میں آنے والوں کو کرنا چاہئے، خاص طور پر کعبہ کے پاس، اور عمومی طور پر تمام مقدس مقامات پر۔

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اِس گھر کی جگہ تجویز کی تھی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔"(سورۃ الحج:26)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أَهَلّ رسولُ اللهِ ﷺ بالتوحيد" "رسول اللہ ﷺ نے توحید کا تلبیہ پڑھا۔" (صحیح مسلم)

یہ سب سے عظیم ہدایت ہے، سب سے بلند مقصد جو بیت العتیق کی چھاؤں میں حاصل ہوتا ہے؛ حج تو ایک شرعی عبادت ہے، اس کے احکام و ضوابط ہیں، اس کی ایک تہذیبی اقدار ہیں، یہ مظاہروں، ریلیوں، اجتماعوں، یا مباحثوں یا زبان لڑانے کا مقام نہیں ہے، جھگڑوں یا زبان درازی کی جگہ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ سیاسی نعرے بازی یا گروہی اور فرقہ وارانہ دعوت کی جگہ ہے۔ بلکہ یہاں لوگ کتاب و سنت کے علاوہ باقی ہر راستے سے بلند تر ہو جاتے ہیں۔ اسلافِ امت کے منہج پر قائم ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"(سورۃ آل عمران:103)

اے بیت اللہ کے حاجیو! حرمین شریفین کی تعظیم کے حوالے سے اہم ترین نصیحت اور سب سے پر اثر نیکی،

کہ جس کے ذریعے مقامات مقدسہ کا رخ کرنے والوں کو سکون بھی ملتا ہے، وہ یہاں حرام کاموں اور گناہوں سے بچتا ہے۔

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

"حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اُسے خبر دار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بد عملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔" (سورۃ البقرہ:197)

اے معزز حاجی، اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے الفاظ پاک ہوں، نظریں نیچی ہوں، نیکیوں اور طاعتوں میں مصروف ہو۔ اپنے دل کو خواہشات اور غلطیوں سے بچائے ہوئے ہو۔ پوری کوشش کرو کہ اپنے بھائیوں کو بھیڑ اور دھکم پیل میں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

"جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں، اُنہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔" (سورۃ الاحزاب:58)

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ قوانین، ہدایات اور تعلیمات کی پابندی کی جائے، اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ بغیر اجازت نامہ کے حج نہ کیا جائے۔ حج کے لیے استطاعت کی شرط وہی پوری کرتا ہے جو اجازت نامہ لے سکتا ہو۔ اس کا اہتمام کرو، تاکہ شرعی مقاصد حاصل کیے جا سکیں، فوائد کو بڑھایا جا سکے برائیوں کو دور کیا جائے اور ان میں کمی لائی جائے سکے اور نیکی کے کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کی جا سکے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔" (سورۃ النساء:59)

حکمران رعایا کی مصلحت کے مطابق احکامات جاری کر سکتا ہے، تاکہ عبادت کے لیے مناسب ماحول کو برقرار رکھا جا سکے، ایمان کی سفر کو یادگار بنایا جا سکے، قاصدین اور زائرین کی مذہبی تجربے کو بہتر بنایا جا سکے۔ تاریخی نشانیوں کو دیکھ کر سبق حاصل کیا جا سکے، جو کہ مکہ اور مدینہ میں ہیں، جن میں اسباق بھی ہیں اور یادیں بھی، اثرات بھی ہیں اور عبرتیں بھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ﴾

"اس میں واضح نشانیاں ہیں۔" (سورۃ آل عمران:97)

معالمُ لم تُطْمَسْ على العهد آيُهَا
أتاها البِلَا فالآيُ منها تَجَدّدُ

ان نشانیوں کو زمانے کی گردش سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی، جب بھی مٹنے کا وقت آتا ہے تو یہ پھر سے تازہ ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حجاج کا حج قبول فرمائے، ان کے امن و استحکام کی حفاظت کرے، ان کے حج کو مبرور بنائے، ان کی کوششوں کو قبول کرے، ان کے گناہوں کو معاف کرے، انہیں صحیح سلامت اپنے گھروں کو واپس لوٹائے؛ یقیناً! وہ بہت دینے والا اور مہربان ہے۔

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن وسنت سے برکت عطا فرمائے! اس میں آنے والی آیات، ذکر اور دانش کی باتوں سے فیض یاب فرمائے! میں اپنی بات کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اللہ عظیم وجلیل سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ہر گناہ اور غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ آپ بھی اسی سے معافی مانگو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ یقیناً! وہ رجوع کرنے والوں کو معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالی کے لیے ہی ہے۔ اسی نے حج کو دین کا ایک رکن اور طریقہ بنایا، عمرہ کرنے والوں اور حجاج کے لئے عظیم اجر مقرر کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، مشاعر کی بلندیوں اور وادیوں میں مناسک ادا کرنے والے افضل ترین حاجی ہیں۔ اے اللہ! رحمتیں نازل فرما آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے اہل بیت پر، صحابہ کرام پر اور استقامت کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی بہت سلامتی نازل ہوتی رہے۔

بعدازاں! اے حجاج بیت اللہ! اللہ سے ڈرو، ان شاندار اوقات کو غنیمت جانو، انہیں نیک اعمال سے معمور کرو تاکہ تم کامیاب اور کامران ہو اور خیر وبرکت اور رحمتیں حاصل کرو۔

اسلامی بھائیو! اللہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس نعمت کا بھی ذکر کرنا انتہائی مناسب ہے کہ اس نے ہر مسلمان کے دل میں سرزمین حرمین کی محبت رکھی ہے، سب مسلمان اپنے قبلے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ اس کی نگہبانی فرمائے۔ اس نے سرزمینِ حرمین کو حجاج اور معترین کی خدمت کرنے کا شرف عطا کیا ہے، یہ اللہ کی رضا اور اجر کی خاطر یہ ذمہ داری سرانجام دے رہی ہے اللہ کے فضل سے یہ اس مشن پر گامزن ہے۔ یہ مہمانانِ رحمٰن کا خادم ہے۔ اس

سلسلے میں یہ مولیٰ کی مدد سے مسلسل کاوشیں کر رہی ہے۔ حرمین شریفین کے حاجیوں، معتمرین، زائرین اور قاصدین کی خدمت کرنا، ان کی امن وسکون کی حفاظت کرنا ان کی سب سے بڑی ذمہ داری اور اہم ترین دینی، تاریخی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ اس موقع پر ہمیں ان خادمین کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیے، اور دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اپنے وفود کی خدمت کرنے والوں کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

یہ عظیم اسلامی اجتماع ہمیں اپنے مظلوم بھائیوں، مصیبت زدہ پیاروں کی یاد دلاتا ہے جو عزیز فلسطین اور مسجد اقصیٰ میں ہیں۔ ہمارا بھائی چارہ اور ایمان ہمیں ان کی مدد اور دعا کرنے پر ابھارتا ہے، خاص طور پر ان بابرکت دنوں میں کہ اللہ ان کو ثابت قدم رکھے اور ان کے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے۔ یہاں سعودی عرب کے فلسطینی مسئلہ اور اسلامی مقدسات کے لئے مضبوط اور قابل تعریف موقف کو بھی سراہا جاتا ہے، چاہے دشمنان اور مخالفین کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

سنو! اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے! درود وسلام بھیجو اس نبی کریم ﷺ پر، کہ جنہوں نے مناسک حج ادا کیے اور ہر حاجی کے لیے ان کی وضاحت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ کریم ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ "اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (سورۃ الاحزاب: 56)

صَلّى عليه الله، وسَلّم اللهُ الذي
أعلاه ما لَبّى الحجيج وأحْرَمُوا
وعلى قرابته المقرّرِ فضلُهم
وعلى صحابته الذين هُمُ هُمُ

اللہ آپ ﷺ پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرمائے، کہ جس نے آپ ﷺ کا مقام ومرتبہ بلند فرمایا ہے۔ حاجیوں کے ہر احرام اور ہر تلبیہ کے ساتھ آپ پر رحمتیں نازل ہوں، آپ کے معزز رشتہ داروں پر بھی نازل ہوں آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر بھی ہوں کہ جو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔

اے اللہ! رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما ہمارے پیارے نبی اور اسوۂ حسنہ، سیدنا محمد بن عبد اللہ ﷺ پر، آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت پر، معزز صحابہ کرام پر، مہاجرین وانصار پر، اے اللہ! اصحابِ ہدایت ائمہ خلفائے راشدین سے راضی ہو جا! ابو بکر، عمر، عثمان اور علی سے، تابعین سے اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے راضی ہو جا۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اپنا فضل وکرم اور احسان فرما کر ہم سب سے بھی راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما!، دین کے مرکز کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہمارے حکمران کو اپنی نگہبانی میں رکھ! اس کی حفاظت فرما اور اس کی نگہبانی فرما۔ اے اللہ! خادم حرمین اور اس کے ولی عہد کو بہترین جزا عطا فرما۔ عظیم جزا اور اعلیٰ جزا عطا فرما، کیونکہ انہوں نے بہت بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، بیت اللہ کے زائرین اور قاصدین کی خدمت کی ہے۔ اسلام مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور ان کے مسائل حل کیے ہیں۔ اے اللہ! تمام مسلمان حکمرانوں کو اپنی کتاب پر عمل کرنے کی اور سنت نبی ﷺ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! اے رب ذو الجلال! مسلمانوں کے اخلافات دور فرما دے! انہیں کتاب وسنت پر اکٹھا فرما! اے فضل وکرم اور احسان فرمانے والے! انہیں ہدایت، تقویٰ، عفت اور بے نیازی عطا فرما، انہیں اتحاد واتفاق نصیب فرما۔ اے اللہ! مسجد اقصیٰ کو زیادتی کرنے والوں کی زیادتی سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! قیامت تک اسے عزت اور سربلندی عطا فرما۔ اے اللہ! تو فلسطین میں ہمارے کمزور بھائیوں کا سہارا بن جا۔ اے پروردگارِ عالم! ہر جگہ مسلمانوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! مقدسات اسلام کی حفاظت فرما! چال بازوں کی چالوں سے، مکاروں کی مکاریوں سے، زیادتی کرنے والوں کی زیادتی سے محفوظ فرما! اے پروردگار عالم!

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی! اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔" (سورۃ البقرہ: 201)

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ0 وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

"اے اللہ! ہم سے قبول فرما! یقیناً! تو سننے اور جاننے والا ہے۔ ہماری کوتاہیوں سے در گزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ البقرہ: 127 - 128)

ہمیں، ہمارے والدین کو اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے، چاہے وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ یقیناً! تو سننے والا، قریب اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ 0 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ 0 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورۃ الصافات: 180-182).

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے مرسلین پر اور ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہی ہے۔"



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذوالحجہ کے دس دنوں میں کیے ہوئے اعمال سے بڑھ کر اللہ کو کوئی عمل محبوب نہیں۔" (سنن ابوداؤد:2438؛جامع ترمذی:758)

ان دس دنوں میں آخری دن یعنی دس ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ کے روز مسلمان دنیا کے طول وعرض میں اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتے ہیں۔ قربانی کی یہ داستان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اپنے پیارے فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے شروع ہوتی ہے۔ انہوں نے خواب میں ملنے والے حکم الٰہی کے مطابق اپنے پیارے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا:﴿ يَا إِبْرَاهِيمُ 0 قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ "اے ابراہیم! آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔" (سورۃ الصافات:104۔105)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچالیا اور ایک عظیم ذبیحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سینا اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہو گیا۔ اس عظیم جذبے کی یاد میں ہر سال دس ذوالحجہ کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جانور قربان کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

قربانی کے مقاصد

قربانی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضا وخوشنودی کا حصول ہے۔

اللہ کی راہ میں خالص اللہ کا نام لے کر جانور قربان کرنے سے ہر سال توحید باری تعالیٰ کا عملاً اعلان واظہار ہوتا ہے۔

اللہ کی راہ میں ایک مسلمان کو اپنے جان ومال قربان کرنے کی عملی طور پر تربیت دی جاتی ہے۔

فقراء ومساکین کو عمدہ کھانا کھلانا اور اپنے اہل وعیال پر بھی کھانے پینے میں وسعت پیدا کرنا قربانی کے پاکیزہ مقاصد میں سے ہے۔

قربانی کے ذریعے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کر کے انسان اسی کے دیے ہوئے مال اور فضل کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

قربانی کی شرعی حیثیت

قربانی کرنا ہر صاحب استطاعت مسلمان پر ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی کی اور اس میں کبھی ناغہ نہیں کیا۔ جس عمل کو اللہ کے رسول ﷺ نے لگاتار کیا ہو اور کبھی نہ چھوڑا ہو اس میں غفلت کسی طور جائز نہیں۔ آپ نے اس کے ترک پر وعید فرمائی اور سخت ناراضی کا اظہار کیا۔

ارشاد فرمایا:

"جس شخص کے پاس قربانی کرنے کی طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہمارے مصلے (عید گاہ) کے قریب نہ آئے۔" (سنن ابن ماجہ:3123)

قرآن کریم کی متعدد آیات سے بھی قربانی کی تاکید ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ "اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔" (سورۃ الکوثر:2)

اس سے مراد قربانی کا جانور ذبح کرنا۔ (تفسیر ابن کثیر)

نیز فرمایا:

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾

"ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس (اسماعیل) کے فدیہ میں دے دیا۔" (سورۃ الصافات:107)

قربانی سنت رسول ﷺ اور سنت ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اس سے ہر سال اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے، نہ ان کے خون پہنچتے ہیں بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری اور تقویٰ پہنچتا ہے۔" (سورۃ الحج:37)

کیا قربانی کی رقم مساکین میں تقسیم کی جاسکتی ہے؟

جو لوگ کہتے ہیں کہ جانور ذبح نہ کریں بلکہ یہ رقم اللہ کی راہ میں غریبوں مسکینوں کو دے دی جائے ان کی یہ بات قطعاً درست نہیں۔ ہر عمل کی ایک حقیقت اور حکمت ہوتی ہے اور اس کی ایک عملی صورت بھی ہوتی ہے۔ وہ عمل جس شکل وصورت میں نافذ کیا جانا مقصود ہو، اسے اسی شکل میں ادا کرنا ضروری ہے۔ جیسے حج اللہ کی ادائیگی کی ایک متعین صورت شریعت نے بیان فرمائی ہے، اگر وہ اسی صورت میں ادا ہو گا تو قبول ہو گا، آپ پر حج فرض ہے اور آپ اس کی رقم مساکین میں تقسیم کریں گے تو آپ سے یہ فریضہ بھی ساقط نہیں ہو گا، اللہ کے ہاں آپ مجرم بن کر پیش ہوں گے۔ قربانی بھی خالص ایک عبادت ہے اور اس کی وہی شکل مقبول ہو گی جو اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ قربانی کی رقم سے جانور ہی لے کر ذبح کیا جائے، صدقہ وخیرات کی شریعت میں اور بہت سی شکلیں موجود ہیں جنہیں اختیار کیا جاسکتا ہے۔ علمائے امت کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ مسنون قربانی جانور قربان کرنے ہی سے ہوتی ہے۔

قربانی کن لوگوں پر ضروری ہے؟

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ہر وہ شخص جس کے پاس قربانی کرنے کے لیے رقم موجود ہے یا اس کے وسائل اجازت دیتے ہیں تو اس کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی نادار شخص کے پاس ایام قربانی میں اتنا مال آگیا کہ وہ قربانی کر سکتا ہو تو اس پر بھی قربانی کرنا ضروری ہوگا۔

قرض لے کر قربانی کرنا بھی جائز ہے اگر قرض کی ادائیگی کی توفیق میسر ہو۔

اگر کوئی شخص خود اپنا جانور قربان کرنے سے عاجز ہو تو کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے یہ ذمہ داری ادا کر سکتا ہے، لیکن کسی دوسرے کی طرف سے قربانی اس کی اجازت اور اطلاع کے بغیر کرنا درست نہیں۔

جو لوگ اپنی طرف سے قربانی کرنے سے قاصر ہیں، انہیں مال دار لوگ قربانی کے جانور خرید کر دے سکتے ہیں تاکہ وہ قربانی کریں اور اپنے اہل وعیال کو کھلا سکیں۔

قربانی کرنے والے کے لیے ہدایات

جو شخص قربانی کرنا چاہے، وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد عید کی نماز پڑھنے تک اپنے ناخن اور بال نہ کاٹے۔ عورت اگر قربانی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے، البتہ گھر کے دیگر افراد پر یہ پابندی نہیں ہوگی، یہ پابندی صرف قربانی کرنے والے شخص پر ہوگی۔

جو قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ بھی قربانی کرنے والوں کی طرح اپنے ناخن اور بال انھی کے ساتھ کاٹے تو بعض روایات کی رو سے اسے بھی قربانی کا ثواب ملے گا۔

گنجائش ہو تو ہر گھر کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر سال قربانی کا کم از کم ایک جانور ذبح کرے یا گائے اور اونٹ وغیرہ کی قربانی میں حصہ ڈالے۔ (مسند احمد: 76/5)

اگر ایک گھر میں دو یا دو سے زیادہ بھائی رہتے ہیں اور سب شادی شدہ ہیں، ان کی آمدن الگ الگ ہے تو وہ سب اپنی اپنی قربانی کریں گے۔

چھری کو خوب تیز کر لیا جائے تاکہ جانور کو ذبح کرتے وقت اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔

چھری جانور کی آنکھوں کے سامنے تیز نہ کی جائے بلکہ اس سے کہیں چھپا کر تیز کی جائے تاکہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے چھری تیز ہوتے دیکھ کر اذیت محسوس نہ کرے۔

اگر کسی شخص نے اللہ کی راہ میں جانور ذبح کرنے کی نذر مان رکھی ہو تو یہ نذر قربانی کے جانور سے پوری نہ ہوگی بلکہ نذر کا جانور الگ سے قربان کرنا پڑے گا۔

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اگر مر گیا یا چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو امیر شخص دوسرا جانور خرید کر ذبح کرے گا لیکن غریب شخص کے لیے نیا جانور خریدنا لازم نہیں ہے۔

ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا جانور خود ذبح کرے لیکن اگر کسی وجہ سے خود قادر نہ ہو تو وہ امکانی حد تک ذبح کرتے وقت وہاں موجود ہو۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بے شمار ایسے ممالک ہیں جہاں پر مسلمان اقلیت میں ہیں

اور ان کے لیے قربانی کا بندوبست کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے یا وہ حکومتی رکاوٹوں کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکتے، یا وہ بیمار ہوں اور اپنی بیماری کے باعث یا نوکری کی مجبوریوں کی وجہ سے قربانی ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ایسے افراد کیا کریں؟

اس سلسلے میں علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام کے فتاوی موجود ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے اپنے ملک میں یا کسی دوسرے ملک میں کسی فرد کو یا فلاحی وسماجی خدمت کے ادارے کو وکیل بنانا جائز ہے، بشرطیکہ وہ فرد یا ادارہ با اعتماد ہو۔ وکیل جس شخص کی طرف سے قربانی کرے گا، اس کا نام لینا بہتر ہے، تاہم نام نہ بھی لیا جائے تب بھی قربانی درست ہوگی۔

عورتیں بھی اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کر سکتی ہیں جیسا کہ صحابی رسول سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو خود ذبح کرنے کا کہتے تھے۔ عورت کا ذبیحہ حدیث رسول ﷺ کی رو سے درست ہے۔

جانور کے پاؤں باندھ لیے جائیں اور اسے اچھی طرح قابو کر لیا جائے تاکہ وہ ہلنے سے زیادہ اذیت محسوس نہ کرے اور اس کے خون کے چھینٹے نہ اڑیں۔

جانور کو ذبح کرتے وقت اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا رخ قبلے کی طرف ہو جائے۔

چھری چلانے سے پہلے یہ مسنون دعا پڑھی جائے:

«إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمواتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفًا وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَأَهْلِهِ»(مسند أحمد:375/3)

اس کے بعد بسم اللہ، اللہ اکبر اللھم تقبل منا کے دعائیہ کلمات کہہ کر جانور ذبح کیا جائے۔

اگر کسی کو مذکورہ دعا نہ آتی ہو تو وہ اتنا ہی پڑھ لے: «بسم الله، الله أكبر» اور چھری چلا دے۔ اس کی قربانی درست ہوگی۔

قربانی کے جانور کس طرح کے ہوں؟

قربانی کے سلسلے میں بہیمۃ الانعام میں سے کوئی جانور ذبح کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

”ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کیے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں، جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں۔“ (سورۃ:34)

بہیمۃ الانعام ان پالتو چوپایوں کو کہتے ہیں جو چرنے والے ہیں۔ درندے اور شکار کیے ہوئے جانور ان میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل اور اونٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ 0 وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ﴾

”آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو۔“ (سورۃ الأنعام: 143-144)

ایک بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، یا دنبہ میں سے ایک گھرانے کی طرف سے ایک جانور کافی ہے، تاہم اگر کوئی زیادہ کرنا چاہے تو یہ عمل مسنون ہے۔

گائے کی قربانی میں سات افراد اور اونٹ کی قربانی میں دس افراد حصے دار ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان تمام خواتین اور ان کے بچوں کی طرف سے ایک ہی قربانی کافی ہو گی۔

رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر 100 اونٹوں کی قربانی کی لیکن مدینہ طیبہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر آپ ﷺ نے دو موٹے تازے، بڑے سینگوں والے، سفید رنگ کے مینڈھے، جن میں کہیں کہیں سیاہ رنگ بھی تھا، ذبح کیے۔

قربانی کے جانور کی خصوصیات

اگر مینڈھا ہو تو وہ خوبصورت، صحت مند اور خوب موٹا تازہ ہو۔

قربانی کے جانوروں کو پال پوس کر خوب موٹا تازہ کرنا چاہیے۔ یہ محنت اور خدمت زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے کیونکہ اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے تاہم افزائش نسل والے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

حاملہ جانور کی قربانی بھی جائز ہے جبکہ دودھ پلانے والے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اگر ذبح کرتے وقت جانور کے پیٹ سے مردہ بچہ نکل آئے تو اس بچے کا گوشت بھی حلال ہے۔ کیونکہ شریعت میں ماں کا ذبح کرنا جنین کے ذبح کرنے سے کفایت کرتا ہے۔ اس کے حلال ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

انتہائی بوڑھا جانور جو جسم کی چربی سے خالی اور ہڈی کے گودے سے محروم ہو چکا ہو، ذبح نہ کیا جائے۔

دودھ کے دو دانت نکال چکا ہو، یعنی جذعہ یا کھیرا نہ ہو بلکہ مُسِنہ یا دو دانت والا ہو، وہ جانور قربان کیا جائے۔

جذعہ سے مراد وہ بکرا، مینڈھا یا دنبہ ہے جو اپنی عمر کا ایک سال مکمل کر چکا ہو۔

مُسِنّہ افضل ہے جبکہ ایک سال کا مینڈھا یا دنبہ بھی جائز ہے مگر ایک سال کے بکرے کی قربانی کی اجازت نہیں۔

جانور ذبح کرنے کا وقت

حدیث کے مطابق قربانی چار دن تک جائز ہے، یعنی یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) کی شام تک، البتہ پہلے دن قربانی کرنا بعد والے دنوں کی نسبت افضل ہے۔ تاہم اگر جانور نہ مل رہے ہوں یا کسی کے پاس پیسے ہی تاخیر سے آئے ہوں تو وہ اگلے تین دنوں میں بھی قربانی کر سکتا ہے۔

قربانی کا وقت نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو اسے قربانی کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ وہ ایک عام جانور کا گوشت ہو گا۔ استطاعت ہو تو اسے نماز عید کے بعد ایک جانور دوبارہ ذبح کرنا ہو گا۔

اگر دن کے وقت قربانی نہیں ہو سکی تو رات کے وقت بھی جانور ذبح کرنا جائز ہے، اس سے منع کرنے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

ایک سے زیادہ جانور ذبح کرنا

اگر کسی شخص میں استطاعت ہو تو وہ جتنے چاہے جانور ذبح کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر 100 اونٹ نحر کیے تھے۔

قربانی کے گوشت کا استعمال

گوشت کاٹنے اور بنانے والے کو اجرت کے طور پر قربانی کی کھالیں یا قربانی کا گوشت نہیں دینا چاہیے۔

قربانی کے جانور کا چمڑا یا گوشت بیچنا جائز نہیں، تاہم چمڑا گھر میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کی کھالیں مساکین، مدارس کے طلبہ، بیواؤں اور مستحق لوگوں کا حق ہے، اس لیے کھالیں صرف اسی قسم کے مستحق لوگوں اور قابل اعتماد اداروں ہی کو دینی چاہئیں۔

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کا اشارہ قرآن کریم کی اس آیت سے ملتا ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾

”خود کھائیں، خود دار محتاجوں کو کھلائیں اور سائل کو بھی کھلائیں۔“ (سورۃ الحج:36)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تین حصوں میں گوشت تقسیم کیا کرتے تھے اور اسی کی ہدایت دیا کرتے تھے، یعنی ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، دوسرا دوست احباب اور

پڑوسیوں وغیرہ کے لیے اور تیسرا فقراء ومساکین اور عام محتاجوں کے لیے رکھا جائے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عمل کو ترجیح دی ہے، تاہم اگر عیال داری زیادہ ہو تو سارا گوشت بھی گھر میں استعمال کر لیا جائے اور اسی طرح سارا ہی تقسیم کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اسلام نے واضح کیا ہے کہ تم بیوی بچوں پر جو کچھ خرچ کرو گے، وہ تمہارا صدقہ ہے۔

غیر مسلم کو بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے کیونکہ سورۃ الحج کی آیت 36 میں حکم عام ہے، اور یہ حکم غیر مسلم کو بھی شامل ہے، ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

اگر کوئی شخص قربانی کا گوشت اپنے شہر سے باہر بھیجنا چاہے تو بھیج سکتا ہے۔ مدارس کے طلبہ، نادار، مفلس اور بیماروں کو بھی گوشت بھیجا جاسکتا ہے۔

گوشت یوم نحر اور ایام تشریق میں خوب کھایا جائے اور اسے بعد تک بھی رکھا جاسکتا ہے کیونکہ اسلام کے ابتدائی ایام میں 13 ذوالحج کے بعد گوشت روک رکھنے کی ممانعت تھی، لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی تھی۔ (صحیح مسلم: 1971) بہر حال تین حصے کر کے اپنا حصہ کھائیں یا رکھ لیں جبکہ دو حصے تقسیم کر دینا ہی مستحب ہے۔

قربانی کی بدعات

بعض لوگ قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے وضو کرنے کو لازمی سمجھتے ہیں، شریعت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔

جانور کی کھال یا پیشانی پر خون لگانا، شریعت اسلامیہ میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں۔

جانور ذبح کرنے کے فوراً بعد اس کی کوئی ہڈی توڑنا، اس کے لیے بھی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔

جانور ذبح کرتے وقت یہ کہنا یا اس کی نیت کرنا کہ یہ قربانی مسلمانوں کے فقراء کی جانب سے ہے۔ ایسا کہنے کی کوئی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں پائی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے امت کی طرف سے جو اونٹ ذبح کیے وہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

قربانی کی فضیلت میں ضعیف روایات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات کو بھی بیان کیا جائے جو عوام الناس میں بہت شہرت حاصل کر چکی ہیں مگر وہ تمام روایات ضعیف ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ان کا بیان صحیح سند سے ثابت نہیں:

1۔ دسویں تاریخ کو خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل اللہ کو محبوب نہیں۔ (ضعیف سنن ترمذی: 1493)

2۔ یہ قربانیاں قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئیں گی اور خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانیاں کیا کرو۔ (ضعیف سنن ترمذی: 1493)

3۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم ﷺ کی سنت ہیں۔ ان کے ہر بال میں تمہارے لیے نیکی ہے۔ عرض کیا گیا: کیا اون والے جانوروں میں بھی؟ فرمایا: ہاں، اون کے ہر بال میں بھی نیکی ہے۔ (سلسلہ ضعیفہ: 1051)

4۔ اپنی قربانیوں کو خوب موٹا کرو، یہ قیامت کے دن پل صراط سے گزرنے کے لیے تمہارے لیے سواریاں بن جائیں گی۔ (ضعیف الجامع للألباني: 824)

5۔ قربانی کے جانور کے ہر عضو کے بدلے میں قربانی کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے آزادی ملتی ہے۔ (التلخیص الحبیر: 1954)

6۔ رسول اللہ ﷺ نے رات کو قربانی کا جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (جملہ من الأحادیث الضعیفہ والموضوعہ: 372)

7۔ بیٹی فاطمہ اٹھو! قربانی کے جانور کو اپنا گواہ بنالو، اس کے خون کے ہر قطرے کے بدلے میں تمہارے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ ہم اہل بیت کے لیے خاص ہے؟ فرمایا: نہیں، یہ میری امت کے لیے عام ہے۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 4/17، حدیث: 5934 وضعیف الترغیب والترھیب 674)

8۔ جو شخص خوش دلی سے قربانی کرے گا یہ اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ بن جائے گی۔ (ضعیف الجامع للألباني: 5679)

عقیقے کا جانور اور قربانی کا جانور

عقیقے کے احکام قربانی سے قدرے مختلف ہیں۔ جانور کا انتخاب، گوشت کی تقسیم، اسے ضرورت مندوں تک پہنچانا، سب کچھ اسی طرح ہے جس طرح قربانی کے گوشت کے مسائل ہیں، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے ذبح کیے جائیں اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکرا ذبح کیا جائے، تاہم اگر کوئی دو سے زیادہ ذبح کرے گا تو باقی جانور صدقہ شمار ہوں گے۔

☆ عقیقے کا ایک جانور اپنے شہر یا ملک میں اور دوسرا جانور کسی اور شہر یا ملک میں ذبح کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

☆ عقیقہ بچے کی ولادت سے ساتویں دن کیا جائے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو پھر جب بھی ممکن ہو، عمر بھر میں کسی بھی وقت عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

☆ اگر نومولود ساتویں دن سے پہلے وفات پا جائے تو بھی اس کی طرف سے عقیقہ مستحب ہے۔ اگر بچہ مردہ پیدا ہو اور وہ چار ماہ سے زیادہ کا حمل تھا تو اس کی طرف سے عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

☆ عقیقہ میں بکری بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ افضل ہیں۔ اس میں قربانی کی طرح سات یا دس عقیقے نہیں ہو سکتے۔

☆ عقیقے کا گوشت پکا کر کھلانا بھی جائز ہے اور کچا تقسیم کر دینا بھی درست ہے۔ اگر آپ کے ہاں مساکین نہیں ہیں تو پھر کسی دوسری جگہ بھی جانور یا گوشت منتقل کیا جاسکتا ہے۔ وصلّى الله على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين



عہد نبوی ﷺ میں ہجرت حبشہ کچھ غور طلب پہلو

محمد عبدالہادی عمری

سرزمین مکہ ابتدائی دنوں میں فدائیان اسلام پر جب تنگ ہونے لگی تو ان مظلوم و مقہور مسلمانوں کی سلامتی کی فکر دامن گیر ہوئی تاکہ کسی افتاد سے شمع اسلام متاثر ہوئے بغیر دنیا کو ضیاء بخشتی رہے اور صدائے اسلام مکہ مکرمہ تک ہی محدود یا محصور ہو کر نہ رہ جائے، یہ روشنی اور علاقوں کو بھی منور کرے، اس اہم مقصد کے علاوہ نو مسلموں کی حفاظت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے رسول اکرم ﷺ کی نظر انتخاب حبشہ پر پڑی، حبشہ موجودہ ایتھوپیا کا علاقہ جو ایک مستحکم ریاست اور منصف حکمران کی وجہ سے مشہور تھا، حبشہ کا انتخاب کسی جلد بازی یا افراتفری کا فیصلہ نہیں۔ یہ گہری سوچ اور مدبرانہ منصوبہ کا نتیجہ تھا، مختلف دانشوروں نے اس انتخاب کا سبب وہاں کے عیسائی حکمران کے عادلانہ مزاج کو قرار دیا ہے، بلاشک وشبہ یہ ایک اہم سبب ہے لیکن صرف یہی ایک سبب نہیں ہو سکتا، ورنہ اس وقت اور بھی مختلف عیسائی حکمران گردونواح میں موجود تھے۔

عہد نبوت کے ابتدائی حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حبشہ اور مکہ کے درمیان پہلے ہی سے روابط تھے، مکہ مکرمہ سے تجارتی قافلوں کی آمد ورفت کی فہرست میں حبشہ بھی شامل تھا، اگرچہ کہ شام اور یمن کے مقابلہ میں وہاں کا سفر کم ہوتا، کیونکہ وہاں تک پہنچنے کے لیے بری سفر کا راستہ طویل اور بحری سفر خطرات سے خالی نہ تھا، رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی جو شاہ حبشہ کے نام اپنے عم زاد سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آپ نے دیا، اس کی حیثیت ایسے تعارفی خط کی کہی جاسکتی ہے جیسے آپ ﷺ شاید ذاتی طور پر جانتے ہوں، بلکہ مشہور مؤرخ اور محقق ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ (فرانس) نے تو یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ بعید نہیں جو تجارتی سفر قبل از نبوت آپ ﷺ نے فرمائے ان میں حبشہ کا سفر بھی رہا ہو گا۔ (از رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی)

اگر سفر نہ بھی کیا ہو لیکن باہمی تعارف اور راہ و رسم کا اندازہ اس خط کے اسلوب اور مندرجات سے لگایا جاسکتا ہے۔

مزید یہ کہ قریش نے ان مہاجرین کے تعاقب میں اپنا جو وفد عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کی سرکردگی میں بھیجا اور انہوں نے وہاں پہنچ کر مہاجر مسلمانوں کی واپسی کے لیے جو طریقہ اختیار کیا، اس سے دیگر امور کے علاوہ دو باتیں مترشح ہوتی ہیں کہ اس وفد کو وہاں کے حالات اور ماحول سے بخوبی شناسائی تھی۔ بادشاہ اور اعیان حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات بھی تھے، اسی تعلق کی بنیاد پر انہوں نے ابتدائی مرحلہ میں اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی تھی، یہ اور بات ہے کہ بادشاہ کی انصاف پسند طبیعت نے فریق ثانی مہاجرین کو بھی اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا، جس کے بعد حالات یکسر بدل گئے۔

اس موقع پر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر دربار نجاشی میں اسلام کے مزاج کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے، وقت ضرورت کسی غیر مسلم ریاست میں رہنے کی گنجائش کے باوجود ایمان و مسلماتِ دین کی حفاظت لازمی ہے، اعتقادی مسائل میں کوئی مداہنت روا نہیں۔ بظاہر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے سامنے حالات کی سنگینی اور نزاکت تھی، مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے بچتے ہوئے یہاں پہنچے، اب مشرکین کا وفد یہاں تک پہنچ کر ذمہ داران حکومت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں کامیاب دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے حبشہ آنے کا سبب دریافت کیا گیا تو جواب کا اسلوب کچھ اور تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے متعلق جب استفسار ہوا تو دوٹوک جواب دیتے ہوئے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت کی، جن میں مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے متعلق اسلام کا موقف صراحت کے ساتھ موجود ہے، سامعین اور حکمران پر اس حق گوئی اور بیباکی کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ منصف مزاج حکمران کی آنکھوں سے اعتراف حق کے آنسو چھلک پڑے۔ پھر نو وارد مسلمانوں کے لیے پروانہ سلامتی عطا کیا گیا کہ جب تک چاہیں اطمینان سے یہاں رہ سکتے ہیں، گویا موجودہ برٹش اصطلاح میں INDEFINITE STAY اور امریکی اصطلاح میں گرین کارڈ دے دیا گیا۔

پھر اس منصف مزاج بادشاہ اصحمی کی حق پسندی نے قبول اسلام کی طرف رہنمائی کی، محدثین کی رائے کے مطابق قاصد نبوی عمرو بن امیہ کے ذریعہ بھیجے گئے مکتوب نبوی کی روشنی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ان کی وفات پر خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ میں نماز جنازہ ادا فرمائی کہ آج مرد صالح کی وفات ہو گئی۔ آپ کی امامت میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد بھی اس نماز میں شامل ہوئی۔ (صحیح بخاری: 1320)

قال النبي ﷺ قد توفي اليوم رجل صالح

من الجیش فھلم فصلوا علیه قال فصففنا فصل النبی ﷺونحن صفوف

اسلام ایک آفاقی دین ہے، دنیا کے تمام انسانوں کے لیے یہ سرچشمہ ہدایت ہے، اس میں رنگ و نسل یا جغرافیائی فرق کو اہمیت نہیں دی گئی، جیسے اس سے پہلے کے لوگوں نے دے رکھی تھی، دنیائے عرب میں اس وقت دو مشہور مذاہب یہودیت اور نصرانیت مختلف جکڑ بندیوں میں الجھے ہوئے تھے، یہودی قبیلہ و خاندان کے تفوق میں گمراہ ہوئے، ان کا دعوی تھا کہ ﴿نَحۡنُ أَبۡنَاءُ اللهِ وَ أَحِبَّاءُهُ﴾ کہ ہم اللہ کی اولاد اور لاڈلے ہیں، اور اپنی فضیلت کو خاندانی برتری اور پیدائشی استحقاق سمجھ لیا۔ اور نصاری نے اپنی دعوت کو بنی اسرائیل تک محدود کر کے بعض ناقابل قبول اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہوگئے، لیکن اس کے بر عکس اسلام میں اصولوں کو ترجیح دی گئی جو آفاقی دین کے لیے ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَاكُمۡ مِنۡ ذَكَرٍ وَأُنۡثَىٰ وَجَعَلۡنَاكُمۡ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللهِ أَتۡقَاكُمۡ ۚ إِنَّ اللهَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ﴾(سورۃ الحجرات:13)

”اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ تعالی کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔“

اور ہادی برحق ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران نہایت مدبرانہ اسلوب میں ایک لاکھ سے متجاوز حجاج کے روبرو جس میں مختلف قبیلوں اور برادریوں کے لوگ شامل تھے، ان میں عرب کلچر کے اثرات ہنوز باقی تھے، آپ ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا:

" لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا احمر على اسود ولا اسود على احمر إلا بالتقوى.(مسند احمد:23489)

کسی عربی کو عجمی یا کسی عجمی کو عربی پر یا کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے یا کسی سیاہ فام کو سرخ فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقوی کے۔“

اس آفاقی دین میں ذاتی سیرت اور کردار کی بلندی کو طرہ امتیاز حاصل ہے، اس میں ہر شخص کے لیے مساویانہ حقوق حاصل ہیں، چنانچہ گلدستہ صحابہ میں ہمیں رنگ برنگے پھول دکھائی دیتے ہیں۔

ابو بکر صدیق قریشی کے ساتھ بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی وغیرہ وغیرہ، متعدد نوع بنوع اور پس منظر کے افراد دکھائی دیتے ہیں رضی اللہ عنہم

اصول و نظریہ کی پختگی ریاست اسلامی کی وسعت کا سبب بنی، انتہائی قلیل عرصہ میں دنیا کے وسیع حصہ پر قانون الہی نافذ ہو سکا، لیکن بتدریج آفاقی اصولوں کو چھوڑنے کے نتیجہ میں حالات کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

رمضان کی مناسبت سے بعض حفاظ اور قراء بیرونی ممالک خصوصاً عرب ممالک سے مغربی ممالک انگلینڈ، امریکا وغیرہ مدعو کئے جاتے ہیں، یہ یہاں کی قدیم روایت ہے تاکہ ماہ مبارک میں حسن قراءت کی ساعت سے لوگ اپنے ایمان کو جلا بخش سکیں، اگر چیکہ مقامی حفاظ کی موجودگی میں ان کی ضرورت زیادہ نہیں لیکن "كُلُّ جَدِيْدٌ لَذِيْذٌ" کا قاعدہ اور قرآن مجید کے ساتھ لوگوں کی وابستگی اپنی جگہ مسلم ہے، یہ نووارد حفاظ امریکا، انگلینڈ وغیرہ میں ایک ماہ گزارتے ہیں، تو انہیں اپنے ممالک اور یہاں کی باتوں میں فرق دکھائی دیتا ہے، پھر بیشتر کی کوشش یا کم از کم خواہش ہوتی ہے کہ واپسی کے بجائے اس پردیس کو مستقر بنا لیا جائے، کئی ایک کو اس میں کامیابی بھی ہوئی اور بہت کم مدت میں ان نوواردوں کو یہاں وہ مادی سہولتیں حاصل ہوئیں جو ان کے اپنے ممالک میں تیسری نسل کے لیے بھی ناپید تھیں۔

اور کئی ایسے عرب حضرات ہیں جو انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ میں رہائش پذیر ہیں جن کی تعداد لاکھوں میں ہے جو اپنے ملکوں سے بھاگے ہوئے ہیں، اپنی جان اور دین کی حفاظت کی خاطر، ان کے اس اقدام کے خلاف بعض عرب خطباء نے نہایت جذباتی بیانات دیئے اور اس کو ناجائز اور غلط قرار دیتے ہوئے کچھ فقہاء کے اقوال کو بھی بطور استدلال پیش کیا کہ غیر مسلم ممالک میں رہائش درست نہیں وغیرہ، اس نوعیت کے فتوے وقتاً فوقتاً چھپتے رہتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ خود ایک پیچیدہ مسئلہ ہے کہ غیر مسلم ملک کی معتبر تعریف کیا ہوگی، بعض ممالک میں عددی لحاظ سے مسلمانوں کی کثرت کے باوجود وہاں حکومت اسلامی کے نقش بہت کم ملتے ہیں۔ ورنہ بیشتر ممالک چند مسائل میں آزادی دیتے ہیں کہ اس حد تک اپنے عقیدہ اور دین کے مطابق عمل کریں، شادی بیاہ، طلاق اور وراثت وغیرہ وغیرہ، اسے بیشتر عرب ممالک میں الاحوال الشخصیہ کا نام دیا گیا، انڈیا میں مسلم پرسنل لا کا نام دیا گیا، باقی مسائل ملکی قوانین کے مطابق تمام رعایا پر یکساں لاگو ہوں گے، جس کا ماخذ شریعت نہیں۔

یہاں یہ حقیقت ذہن میں ہونی چاہئے کہ فقہ کی اکثر معتبر کتابیں اس زمانہ میں مدون کی گئیں، جب ریاست اسلامی اپنی پوری تابندگی کے ساتھ قائم تھی۔ ہر سطح پر مسلمانوں کا غلبہ تھا، سیاسی، تمدنی اور مادی لحاظ سے وہ نہایت درخشاں دور تھا، اس عہد زریں میں مرتب کردہ کتابوں میں یہ باب تو ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں یا ریاست اسلامیہ میں مقیم غیر

مسلموں کے حقوق اور تقاضے، کیونکہ اس وقت کا یہی مسئلہ تھا، علماء نے ان پر گراں قدر محنت کی لیکن ان بزرگوں کے لیئے اس ترقی یافتہ دور میں اس کے بر عکس سوچنا آسان نہیں تھا، غیر مسلم یا سیکولر ریاست میں مسلم اقلیت کے مسائل، اب حالات خاصے بدل چکے ہیں۔ بعض ممالک جہاں اگر چیکہ مسلمان اکثریت میں ہیں لیکن وہاں کا طرز زندگی رعایا کے ساتھ سلوک اور معاشرتی ناانصافیاں وغیرہ لوگوں کو ترک وطن پر آمادہ کرتی ہیں بلکہ بعض اوقات مجبور کرتی ہیں۔

اس مسئلہ میں جذباتی بیانات یا بعض احادیث کو سیاق وسباق سے حذف کر کے بیان کرنے کے بجائے حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہوگی۔ اس میں غور طلب اہم پہلو ہجرت حبشہ اور اس کے مضمرات ہیں۔ یہ ہجرت براہ راست رسول اکرم ﷺ کے مشورہ اور نگرانی میں انجام پائی، آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبوت کے پانچویں سال دو مرتبہ کی، پہلی بار چھوٹا گروپ جس میں بارہ مرد اور چار خواتین شامل تھیں، دوسری مرتبہ نسبتاً بڑا گروپ جس میں 83 مرد اور 19 عورتیں تھیں، دنیا کی مقدس ترین سرزمین مکہ مکرمہ چھوڑ کر اپنے دین اور جان کی سلامتی کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی جو کہ اس وقت نہ مسلمانوں کا ملک تھا اور نہ ہی وہاں اسلامی قوانین نافذ تھے۔

وہاں کا حکمران نصرانی تھا اور رعایا کی اکثریت بھی اسی عقیدہ کی پیروکار تھی، گویا حفاظت جان و دین کی خاطر مکہ جیسی مقدس سرزمین بھی خیرباد کی جا سکتی ہے۔ ان مہاجرین میں خلیفہ ثالث صحابی جلیل عثمان رضی اللہ عنہ اور دختر رسول ﷺ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

یہ عنوان تفصیل طلب ہے۔ اس مختصر مقالہ میں اس کی گنجائش نہیں، اس میں صرف چند اہم باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔

ہجرت کا بنیادی مقصد جان اور دین کی حفاظت ہو، جس ملک کا قصد کیا جا رہا ہے، وہاں اسلامی شعائر کے اظہار اور عمل درآمد کی گنجائش ہو، وہاں اسے کسی کفریا شرک کا مرتکب نہ ہونا پڑے اور نہ ہی اسلام کے مقابلہ میں کسی کافر یا مشرک کے ساتھ موالات کو ترجیح دی جائے دوستی اور موالات کا فرق بھی ذہن میں رہنا چاہیے۔

فرعون کے دربار میں اللہ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کی خواہش خزانہ کی ذمہ داری مجھے تفویض کی جائے، بہت ہی معنی خیز ہے:

﴿اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ﴾ (سورہ یوسف:55)

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس ضمن میں استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک فاضل گرامی شخصیت نبی کا کسی غیر مسلم حاکم کے ہاں عہدہ سنبھالنا اور ذمہ داری نبھانا درست ہے، بشرطیکہ اس کے اپنے دین پر آنچ نہ آئے، اس کا فائدہ متوقع ہو اور اس سے امت مسلمہ کو ضرر نہ پہنچے۔ (احکام القرآن للقرطبی)

دور یوسفی کے حکمران اور عہد موسوی کے فرعون کے کردار میں بہت فرق ہے۔ اسے بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ایک مستقل باب ہی اس عنوان سے قائم کیا ہے:

هل يواجر الرجل نفسه من مشرك في ارض الحرب

عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ يُحْيِيَكَ قَالَ إِذَا أَمَاتَنِي اللَّهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ

(صحیح بخاری: 4733)

سیدنا خباب بن ارت فن آہن گری میں ماہر تھے، انہوں نے عاص بن وائل کے لیے تلوار بنائی، لیکن وہ محنتانہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا، عجیب شرط رکھی کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرے، صحابی رسول سے یہ مداہنت کہاں ہو سکتی تھی فرمایا کہ تم مر کر اگر دوبارہ جی اٹھو، پھر بھی تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہوگی۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جاؤں گا، جواب دیا ہاں، اس مشرک نے کہا اگر دوبارہ زندگی ممکن ہو تو تمہارا قرض بھی اسی زندگی میں چکاؤں گا۔

یہ واقعہ مکہ مکرمہ ہجرت کے بعد کا ہے، اس میں مذکورہ صحابی کا مکہ میں قیام اور مشرکین کے ساتھ کام کاج دونوں واضح ہو رہے ہیں۔ ساتھ ہی عقیدہ سے متانت اور پختگی بھی چھلک رہی ہے۔

دعوت و تبلیغ کی غرض سے کسی غیر اسلامی ملک میں قیام پر علماء امت کا اتفاق ہے، مشہور قاعدہ ہے:

"مالا يتم الواجب إلا به فهو واجب."

ادائیگی فریضہ کی خاطر جو چیز ضروری ہو، اس کا اختیار کرنا بھی ضروری متصور ہو گا اور کسی عارضی سبب حصول علم، تجارت، علاج معالجہ وغیرہ کے لئے جانے اور وہاں وقتی قیام کرنے میں تو حرج ہی نہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے ایک سال قبل شام کے شہر بصری کا سفر تجارتی غرض سے کیا تھا، جبکہ وہ علاقہ غیر مسلموں کا تھا اور حکومت بھی غیر مسلم تھی۔

اہل خیبر کے ساتھ زراعت اور کھیتی باڑی کے بٹائی کا معاہدہ کیا گیا جس کے لیے صحیح بخاری میں ایک

مستقل باب باندھا گیا:

بات مشاركة الذمي والمشركين في المزارعة

بعض احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کچھ علماء نے اس مسئلہ میں غیر مسلم ممالک میں قیام کے خلاف انتہائی سخت موقف اختیار کیا ہے، جیسے ترمذی میں مذکور حدیث

انا بری من کل مسلم یقیم بین اظهر المشرکین قالوا یا رسول الله ﷺ ولم قال لا تترای نار هما (سنن ابوداؤد:2645)

”میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان قیام کرے۔“

اسی لیے بعض اوقات آیات اور احادیث کا پس منظر شان نزول سے واقفیت درست مفہوم تک پہنچنے میں اہمیت اختیار کرجاتی ہے کہ کن حالات میں کیا حکم صادر ہوا، مذکورہ حدیث خاص پس منظر سے تعلق رکھتی ہے، اس کو عمومی حیثیت دی جائے تو متعدد صحیح احادیث کی تطبیق مشکل ہوگی اور باہم تعارض دکھائی دے گا۔ جیسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت سے متعلق ارشاد کہ

لاهجرة اليوم كان المؤمن يفر بدينه إلى الله مخافة ان يفتن اما اليوم فقد اظهر الله الاسلام والمؤمن يعبد ربه حيث شاء (صحیح بخاری: 3900)

ہجرت کا حکم اب نہیں۔ یہ اس وقت ضروری تھا جب ایک مسلمان فتنہ سے بچنے کے لئیے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کیا کرتا، لیکن اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا، لہٰذا مؤمن کسی بھی جگہ سے اپنے رب کی بندگی کر سکتا ہے۔ ام المومنین کے اس خیال پر علماء نے مختلف توجیہات کرتے ہوئے تفصیلی بحث کی ہے کہ ہجرت کب اور کیسے ضروری ہوتی ہے۔ فتح الباری میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ کسی کے لیے دین کی حفاظت خطرے میں ہو اور محفوظ جگہ پناہ لینے کے امکانات واضح ہوں، تب اگر کسی کی پیدائش ہی ایسے ملک میں ہوئی ہو، جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں، ان کروڑوں پیدائشی مسلمانوں کے لیے موجودہ حالات میں ممکن نہیں کہ پیدائشی وطن چھوڑ کر کسی اسلامی ریاست کی طرف ہجرت کریں اور وہاں مسلمان مامون ہوں یا انہیں قبول کرلیا جائے۔ بطور مثال برما کے مسلمانوں کو دیکھ لیجئے ،50سال سے زیادہ بیت گئے انہیں عارضی کیمپوں میں پناہ گزین ہوئے، اس طویل مدت کے باوجود کوئی پڑوسی ملک انہیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، حالانکہ ان بیچاروں پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا۔

نہایت بے دردی کے ساتھ سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بنا دیئے گئے، ان میں کچھ کسی طرح عرب ممالک پہنچنے میں کامیاب ہوئے، اور اس وقت ان کی تیسری نسل وہاں جوان ہو رہی ہے لیکن ابھی تک ان نوواردوں کو مستقل اقامہ یعنی گرین کارڈ ہی نہیں مل سکا، اس لحاظ سے وہاں ان مہاجروں کو طویل عرصہ پچاس برس گزرنے کے باوجود باعزت زندگی گزارنے کے مواقع نہیں۔ اس کے برعکس یہ تلخ اور افسوسناک حقیقت ہے کہ

ہزاروں لوگ عرب ممالک مراکش، مصر، الجزائر، عراق، لیبیا، شام وغیرہ وغیرہ سے جان بچا کر یورپ پہنچے، وہاں انہیں شہریت، پاسپورٹ اور مادی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

ان نوواردوں کی ایک معقول تعداد مساجد، اسلامی مراکز اور مدارس تعمیر کرنے اور دینی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ ہوئی، گو کہ ایسے بھی لوگوں کی ان میں کمی نہیں جو مغربی مادیت کے سیلاب میں بہہ گئے۔ گویا مثبت اور منفی دونوں امکانات موجود ہیں، ہزاروں مقامی باشندے دعوتی سرگرمیوں کے باعث قافلہ حق میں شامل ہوئے لیکن منفی نتائج کی بنیاد پر جذباتی بیانات دینا حالات سے بے خبری اور حقیقی مسائل سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہوگا، اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں کہ

مسلم ریاست کے مقابلہ میں غیر مسلم ممالک کو ترجیح دی جائے، اولیت اور ترجیح تو مسلم ملک کے قیام ہی کو ہوگی، لیکن علماء کرام کے لیے ضروری ہے کہ رائے یا فتوی دینے سے قبل حالات کا درست جائزہ بھی لیں، اس کے لئے ہجرت حبشہ کا گہرائی سے مطالعہ ضروری ہے۔

☆☆☆

عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت کا سبب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دیگر دنوں سے عشرہ ذی الحجہ کے امتیاز کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دس دنوں میں بڑی بڑی عبادات جمع ہو جاتی ہیں، جیسے نماز، روزہ، صدقہ اور حج، عبادات کا یہ اجتماع دیگر ایام میں نہیں ہوتا۔ (فتح الباری: 2/460)

اللہ کا مخلوق کی قسم کھانا، عظمت کی دلیل ہونا

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا اپنی کچھ مخلوقات کی قسم کھانا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مخلوق اس کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔“ (التبیان فی اقسام القرآن از ابن قیم: ص1)

☆☆☆

10 راتوں کی قسم، عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت کی علامت

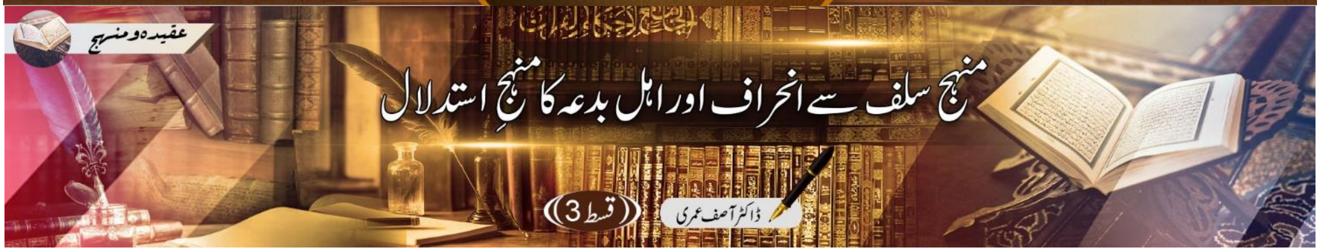
اللہ سبحانہ وتعالیٰ قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے:

”قسم ہے فجر کی، اور (ذوالحجہ کی) دس راتوں کی۔“

(سورۃ الفجر، آیت نمبر 1-2)

10 راتوں سے مراد، ذوالحجہ کی راتیں ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس، امام ابن جریر طبری، امام ابن کثیر، امام ابن رجب الحنبلی رحمہم اللہ۔ (تفسیر طبری: 11/531؛ تفسیر ابن کثیر: 14/338؛ لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف لابن رجب: ص260)

☆☆☆



منہج سلف سے انحراف اور اہل بدعہ کا منہجِ استدلال

ڈاکٹر آصف عمری

فتنوں کے دور میں منہج سلف

اولاد آدم کی پیدائش کا مقصد ہی امتحان، ابتلاء وآزمائش ہے، فتنہ کے کئی معنی آتے ہیں۔ بلا، ابتلاء، آزمائش، امتحان وغیرہ۔ یہ آزمائش سزا کے لیے، تنبیہ کے لیے، عذاب کے لیے اور بھی گناہوں کے کفارہ یا اجر و ثواب میں اضافہ کے لئے ہوتی ہے۔ فتنوں کی ابتداء نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں ہی پائی گئی تھی اور فتنوں کی انتہا خروج دجال سے ہو گی۔

ارشاد نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

" زمانہ آپس میں بہت قریب ہو جائے گا، علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے غالب ہوتے جائیں گے، بخیلی کا دور دورہ ہو گا اور ہرج بڑھ جائے گا۔

صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ نے پوچھا:

ہرج کیا ہے؟ تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

" قتل وغارت گری۔" (منہج السلف فی التعامل مع الفتن:27)

فتنوں کے دور میں سلف صالحین کے منہج کے بغیر بچنا ناممکن ہے

1۔ فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے ہی شریعت کی پابندی اور فریضہ دعوت کی ادائیگی۔

2۔ فتنوں کے وقت حلم، صبر، فکر و نظر سے کام لیں۔ جلد بازی سے بچیں، سخت مزاجی سے پرہیز کریں۔

3۔ کسی مسئلہ پر حکم لگانے سے پہلے صحیح اندازہ تحقیق اور مکمل جانکاری حاصل کر لیں۔

4۔ فتنوں کے حالات میں حق پر جمے رہنا مسلمان کا فریضہ۔

5۔ فتنوں کے دور میں لوگوں کے ساتھ برتاؤ، انصاف ہی نہیں بلکہ فضل واحسان پر مبنی ہو۔

6۔ اجتماعیت، اتحاد اتفاق کو باقی رکھیں، اختلافات سے اپنے آپ کو بچائیں۔ کیونکہ اجتماعیت رحمت اور فرقہ بندی عذاب ہے۔

خبروں افواہوں کی روک تھام کے لیے حقائق پیش کرنا۔

سلفی میڈیا کی بنیاد اور اساس پانچ ہیں :

1۔ صداقت۔

2۔ دقت نظری خبروں کی تحقیق۔

3۔ سنسنی خیز خبروں کو روکنا اور حقیقت کو من و عن پیش کرنا یہ امانت و دیانت کا تقاضہ ہے۔

4۔ اعتدال اور وسطیت سلفی میڈیا کا امتیازی وصف ہے۔ افراط و تفریط اور غلو سے پرہیز کرنا۔

سلفی میڈیا کا ضابطہ اخلاق

میڈیا ایک امانت ہے، ایک عظیم ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اس ذمہ داری کے کچھ اصول اور ضابطے ہیں، صرف مفید اور ضروری معلومات کی نشر واشاعت کرنا چاہئے ،جو ملک وملت ، جماعت اور انسانیت کے لیے فائدہ مند ہو۔ حقیقت بیانی اور راست گوئی سے کام لیں۔ موقع محل، فہم وفراست کا خاص خیال رکھیں۔ واقعہ اور خبر کی خوب چھان بین بھی کریں۔

یاد رکھیں ہر سچائی قابل اشاعت نہیں ہوتی، فحش و منکرات سے مکمل اجتناب، جانبداری طرفداری سے گریز کریں۔

افواہوں اور غلط پروپیگنڈوں سے دوری آزادی رائے اور مصالح خمسہ (دین، جان، مال، عزت، آبرو عقل) کی رعایت ضروری ہے۔ خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ نمایاں ہو۔ چاپلوسی اور منافقت جیسے رذیل اخلاق سے مکمل اجتناب کریں۔

میڈیا میں کرنے کے اہم کام

سلفیت کے علمبردار، جمعیت اہل حدیث خود اپنا میڈیا ہاؤس اور پورٹل قائم کرے، ٹی وی چینل نیوز چینل، ویب سائٹ رسائل و جرائد کا اجراء پریس ریلیز کا اجراء۔

وحی الٰہی کے مخالفین کا طرز استدلال اور طریقہ

وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث کو اہمیت نہ دے کر اقوال ائمہ مجتہدین، ان کے آراء وقیاس اور فلسفیوں کے اقوال کو اہمیت دیتے ہیں اور دین میں اس کو شامل کرتے ہیں۔ یہ دراصل شریعت اور دین میں مداخلت ہے۔ یہ شریعت سازی ہے جو کہ حرام ہے۔ رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی امت پر سنت اور منہج صحابہ کرام کی پیروی کو لازم کیا اور اس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور دین میں نئے امور ایجاد کرنے سے منع کیا۔ کیوں کہ یہ بدعت ہے اور

كل بدعة ضالة تمام بدعت گمراہی ہے۔

(عرباض بن ساریہ سنن ابوداؤد، کتاب السنہ)

وحی الٰہی سے انحراف کی دوسری وجہ شریعت اور مصلحت کے درمیان موازنہ کرنا، یہ یقیناً اللہ اور رسول کی مخالفت ہے، یہ کھلی گمراہی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

"اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس

کے رسول کے فیصلہ کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بھی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔" (سورۃ الاحزاب:36)

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے عقل کی بنا پر مصلحت کو اپنا عقیدہ بنالیا ہو یا پھر اس کی شریعت میں کوئی نص موجود ہو مگر اس کو نظر نہ آئی، یا پھر اس نے اپنے نفس کو اپنا عقیدہ اور معیار بنالیا ہو۔ انحراف کی ایک وجہ قیاس فاسد بھی ہے یاد رکھیں نص صریح (واضح دلائل) کے مقابلہ میں قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جو نص (قرآن وحدیث) کو اپنی آراء (قیاس) کے ساتھ ٹکرائیں گے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لو كان الدين بالرأى لكان اسفل الخف أولى بالمسح من أعلاه." (کتاب الطہارہ)

شریعت میں منہج سلف سے انحراف کی ایک وجہ مداہنت اور نرمی اختیار کرنا ہے۔ تعصب و تنگ نظری کی بناء پر نصوص کی مخالفت کی کئی قسمیں ہیں:

1۔ قوم اور برادری کا تعصب، یہ چوتھی اور پانچوی صدی میں شروع ہو گیا اور امت چار مسالک میں بٹ گئی۔ حنفی، شافعی، مالکی حنبلی اور بعض نے اپنے مفروضہ عقیدہ یا امام کے قول سے ٹکرانے والی آیت یا حدیث کو صرف تقلید شخصی کی وجہ سے ترک کر دیا یا پھر اس کی تاویل کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے دین و شریعت میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کرنے والوں پر سخت غصہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ساری امت کو تاکید کر دی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا بتا دیں گے۔" (سورۃ الانعام:159)

یقیناً جنہوں نے اپنے دین میں فرقے بنالیے اور وہ مختلف ٹولیاں ہیں، آپ ﷺ ان میں سے کسی چیز میں نہیں ہے۔

حل

اسلام میں سارے مسائل کا آخری حل موجود ہے۔ کسی بھی قوم وملت میں جب تک اپنے آپ میں تبدیلی اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں ہوگی، تب تک قوم کی حالت کو اللہ تعالیٰ بدلنے والا نہیں۔

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾

"اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔" (سورۃ الرعد:11)

امت کے آخری لوگوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر صرف اسی طریقہ سے جس سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی، پس جو چیز اس وقت دین کا حصہ نہ تھی وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔ (الشفاء قاضی عیاض :676/2)

ہر دور کے مسائل، آفات فتنوں، پریشانیوں گمراہیوں، ضلالت، کفر والحاد کا حل یہی ہے کہ امت اور انسانیت حقیقی دین جو کہ سب کا فطری دین ہے وہ ہے اسلام اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔

حقیقی اور سچے دین کی صحیح تشریح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف عظام کے ذریعہ ہوئی، لہٰذا ان ہی کے نقش قدم پر چل کر امت فلاح پا سکتی اور عزت سر بلندی حاصل کر سکتی۔

☆☆☆

10 دنوں کے اعمال کا دیگر ہر عمل سے افضل ہونا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کسی دن کا عمل (اللہ تعالیٰ) کے ہاں ان (دس) دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔" صحابہ نے پوچھا: کیا جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جہاد بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے جو دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنی جان ومال کی بازی لگادے اور (ان میں سے) کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے۔" (صحیح بخاری:969)

عشرہ ذوالحجہ میں اسلاف کی محنت

ذوالحجہ کا آخری عشرہ آتا تو سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (عمل میں) اس قدر محنت کرتے کہ اپنی طاقت اور ہمت سے بھی بڑھ کر نیکی کرنے کی کوشش کرتے۔ (شرح مشکل الآثار:416/7، ح،2970)

☆☆☆

علمائے کرام کے مطابق:

ذوالحجہ کے یہ 10 دن مجموعی طور پر رمضان کے (آخری) عشرے سے بھی افضل ہیں گو کہ رمضان کے آخری عشرے میں ایک ایسی رات ہے جس کی فضیلت میں کسی رات کو برابری حاصل نہیں۔" (لطائف المعارف از ابن رجب: ص267)

حدیث کی تعریف اور اقسام

ابوضیاء تنزیل عابد (مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بورے والا)

شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی ماخذ اور مصدر دو ہیں، قرآن اور حدیث۔ ماخذ اور مصدر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دینِ اسلام کی بنیاد ان دو چیزوں پر کھڑی ہے، ہم نے زندگی گزارنے کے لئے جو بھی رہنمائی حاصل کرنی ہے وہ ان دو چیزوں سے ہی حاصل کرنی ہے۔ اگر ہم ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دیں گے تو ہم مومن اور مسلمان نہیں رہیں گے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

جس طرح کوئی شخص مکمل قرآن یا قرآن کی کسی ایک آیت کا بھی انکار کرتا ہے تو مسلمان نہیں ہے، بلکل اسی طرح احادیث رسول کا انکار کرنے والا شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر ان دونوں کا ذکر اکٹھا کیا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَابعَث فِيهِم رَسُولًا مِّنهُم يَتلُوا عَلَيهِم اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتٰبَ وَالحِكمَةَ وَ يُزَكِّيهِمۡ اِنَّكَ اَنتَ العَزِيزُ الحَكِيمُ ﴾

”اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ:129)

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ ”جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“ (سورۃ البقرہ:151)

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴾

”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“ (سورۃ الاحزاب:33)

ان آیات کریمہ میں الکِتٰب سے قرآن مجید اور الحِکمَۃ سے مراد حدیث ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ جس طرح قران کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے بالکل اسی طرح حدیث کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قرآن کریم مکمل لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

”بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ الحجر:9)

قرآن کریم نبی ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لکھوایا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ

”قرآن مجید کو تو ہم مانتے ہیں کیونکہ یہ مکمل لکھا ہوا ہمارے سامنے موجود ہے، اس کی کتابت خود نبی کریم ﷺ نے کروائی لیکن ہم حدیث نہیں مانتے، کیونکہ یہ نبی ﷺ کے بعد لکھی گئیں۔“

یادرکھنا!

یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ احادیث بھی نبی کریم ﷺ نے خود لکھوائی ہیں اور اس کی کتابت بھی نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں ہے۔ اس کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا ہمام بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلاَ أَكْتُبُ

”نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی مجھ سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے والا نہیں، کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے میں لکھتا نہیں تھا۔“

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أُرِيدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكْتُ عَنْ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ فَقَالَ اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ

”سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں جو کچھ سنتا وہ سب لکھ لیا

کرتا تھا تاکہ اسے حفظ کر لوں۔ تو (بعض) قریشیوں نے مجھے منع کیا۔ انہوں نے کہا:

تو ہر بات، جو سنتا ہے، لکھ لیتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں، تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

" لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے سوائے حق کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں ہے۔" (سنن ابوداؤد:3646 صححہ الالبانی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔ یہ سن کر ایک یمنی شخص (ابو شاہ) نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ (سب احکام) مجھے لکھ دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛

«اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ»

" ابو شاہ کو لکھ دو۔" (صحیح بخاری: 2434)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ حدیث کی کتابت کا آغاز دورِ نبوی میں ہی ہو چکا تھا۔

حدیث کی تعریف

لغوی طور پر حدیث کا معنیٰ ہوتا ہے بات، گفتگو۔

شرعی اور اصطلاحی طور پر حدیث کی تعریف یہ ہے:

هو ما أُضِيفَ إلى النبي ﷺ من قولٍ، أو فعلٍ، أو تقريرٍ، أو صفةٍ.

"ہر وہ قول، فعل، تقریر یا صفت جو محمد ﷺ کی طرف منسوب ہو حدیث کہلاتی ہے۔"

حدیث کی اقسام

1۔ قولی حدیث:

جو رسول اللہ ﷺ کی بات پر مبنی ہو۔ یعنی نبی ﷺ نے کوئی بات ارشاد فرمائی، اس کو قولی حدیث کہتے ہیں۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ يَأْخُذُ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا وَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرْ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کون ایسا شخص ہے جو مجھ سے ان کلمات کو سن کر ان پر عمل کرے یا ایسے شخص کو سکھلائے جو ان پر عمل کرے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایسا کروں گا، تو رسول اکرم ﷺ نے ان پانچ باتوں کو گن کر بتلایا:

"1۔ تم حرام چیزوں سے بچو، سب لوگوں سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہو، سب لوگوں سے زیادہ بے نیاز رہو گے۔

3۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو پکے سچے مومن رہو گے۔

4۔ دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو سچے مسلمان ہو جاؤ گے۔

5۔ زیادہ نہ ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔" (جامع ترمذی: 2305)

عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا قَالَ ثَوْبَانُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنْ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللهِ انْتَهَكُوهَا (سنن ابن ماجہ:4245)

"سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنی امت کے ان افراد کو ضرور پہچان لوں گا۔ جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں جیسی سفید (روشن) نیکیاں لے کر حاضر ہوں گے تو اللہ عزوجل ان (نیکیوں کو) بکھرے ہوئے غبار میں تبدیل کر دے گا۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ان کی صفات بیان فر دیجیے۔ ان (کی خرابیوں) کو ہمارے لئے واضح کر دیجیے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ ہم ان میں شامل ہو جائیں اور ہمیں پتہ بھی نہ چلے آپ نے فرمایا:

وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہاری جنس سے ہیں اور رات کی عبادت کا حصہ حاصل کرتے ہیں جس طرح تم کرتے ہو۔ لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں جب تنہائی میں اللہ کے حرام کردہ گناہوں کا موقع ملتا ہے۔ تو ان کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔"

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ»

"سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے مؤذن کی آواز سنتے ہوئے یہ کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالإسلام دينا

"میں اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔"

"تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔" (صحیح مسلم: 851)

2۔ فعلی حدیث :

جو رسول اللہ ﷺ کے عمل پر مبنی ہو۔ یعنی نبی ﷺ نے کوئی کام کر کے دکھایا، اس کو فعلی حدیث کہتے ہیں۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ حُمْرَانَ: أَنَّ عُثْمَانَ رضي الله عنه دَعَا بِوَضُوءٍ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ مَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا.

"سیدنا حمران مولیٰ عثمان سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی طلب فرمایا۔ (پہلے) اس سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئیں۔ پھر منہ میں پانی ڈال کر کلی کی اور ناک میں پانی چڑھا کر اسے جھاڑ کر صاف کیا۔ پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر اسی طرح بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر فرمایا:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے جس طرح (ابھی) میں نے وضو کیا ہے۔" (صحیح بخاری: 159)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نہ نکلتے جب تک کہ آپ چند کھجوریں نہ کھا لیتے۔" (صحیح بخاری: 953)

عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّى رَأَى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ، حَتَّى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَأَى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: «عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

"سیدنا سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (اس قدر) سیدھا اور برابر کراتے تھے، گویا آپ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، حتیٰ کہ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ ہم نے آپ سے (اس بات کو) اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو اس کے بعد ایک دن آپ گھر سے نکل کر تشریف لائے اور (نماز پڑھانے کی جگہ) کھڑے ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں (اور نماز شروع فرما دیں کہ) آپ نے ایک آدمی کو دیکھا، اس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللہ کے بندو! تم لازمی طور پر اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تمہارے رخ ایک دوسرے کے خلاف موڑ دے گا۔" (صحیح مسلم: 979)

3۔ تقریری حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ فعل یا قول جو نبی ﷺ کی موجودگی میں ہوا اور آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا یا آپ ﷺ کے سامنے کسی کے عمل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ یعنی منع نہیں کیا۔ اس کو تقریری حدیث کہتے ہیں۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے فجر کی نماز ہونے کے بعد دو رکعات ادا کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «صَلَاةُ الصُّبحِ رَكْعَتَانِ»

"نمازِ فجر کی صرف دو رکعات ہیں۔"

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«أَصَلَاةُ الصُّبحِ مَرَّتَيْنِ؟»

"کیا تم نے فجر کی نماز دو مرتبہ ادا کی ہے؟"

اس نے کہا:

"میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں، اب وہی سنتیں میں نے ادا کی ہیں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (سنن ابو داؤد: 1267، ابن ماجہ: 1154 صححہ الألبانی)

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں؛

غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ

عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ كُلُوا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَأَكَلَهُ

ہم فوج میں شریک تھے۔ ابو عبیدہ ہمارے امیر تھے۔ پھر ہمیں شدت سے بھوک لگی، آخر سمندر نے ایک ایسی مردہ مچھلی باہر پھینکی کہ ہم نے ویسی مچھلی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسے عنبر کہتے تھے۔ وہ مچھلی ہم نے پندرہ دن تک کھائی۔ پھر ابو عبیدہ نے اس کی ہڈی کھڑی کروادی تو اونٹ کا سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ (ابن جریر نے بیان کیا کہ) پھر مجھے ابو الزبیر نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابو عبیدہ نے کہا اس مچھلی کو کھاؤ پھر جب ہم مدینہ لوٹ کر آئے تو ہم نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا، آپ نے فرمایا کہ وہ روزی کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجی ہے۔ اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچی ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔ چنانچہ ایک آدمی نے اس کا گوشت لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے بھی اسے تناول فرمایا۔ [بخاری: 4362]

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنْ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمْ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہوئے (ابو سفیان لوٹا) تو ہم سے آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔" (صحیح بخاری: 946)

4۔ وصفی حدیث

یہ وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کے جسمانی یا روحانی و اخلاقی اوصاف و احوال میں سے کسی کا تذکرہ ہو۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ

"ابو اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حسن و جمال میں بھی سب سے بڑھ کر تھے اور جسمانی ساخت میں بھی سب سے بہتر تھے۔ آپ ﷺ کا قد نہ بہت لانبا تھا اور نہ چھوٹا (بلکہ درمیانہ قد تھا)۔" (صحیح بخاری: 3549)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔" (صحیح بخاری: 6203)

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا

"سیدنا عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی جو صفات توریت میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! قسم خدا کی! آپ ﷺ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ "اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بد خو ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور غل مچانے والے، (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا۔ بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرا لے، یعنی لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو پردے کھول دے گا۔ (صحیح بخاری: 2125)



1۔ نیچرل ہسٹری میوزیم

تاریخ فطرت کے عجائب گھر میں نیروبی، لندن اور مانچسٹر میں دیکھ چکا ہوں۔ اس لئے واشنگٹن کے اس میوزیم میں میرے لئے دلچسپی کی کوئی چیز نہ تھی۔ ان عجائب گھروں میں عموماً شرق و غرب میں پائے جانے والے جانوروں کے ممی شدہ مجسموں کو شیشے کے شوکیسز میں سجا کر رکھا جاتا ہے۔ بقول مغربی سائنس دانوں کے تمام زندہ مخلوقات ایک خلیہ سے متعدد خلیات تک اور پھر بندر نا حیوان سے انسانی مخلوق تک بذریعہ ارتقاء پہنچی ہے، جسے مجسموں کی شکل میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ ظاہر ہے کہ لاکھوں کروڑوں سالوں پر محیط اس ارتقاء کا کوئی عملی ثبوت تو وہ پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے اسے تمثیلی انداز میں پیش کر کے اپنا مقدمہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ میوزیم کے بڑے بڑے ہال ہیں، جن میں کسی ایک موضوع کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ایک کا ذکر تو میں نے کر دیا، پھر مختلف حیوانات اور خاص طور پر افریقہ کے حیوانات کے لئے پورا ایک ہال مخصوص ہے، ظاہر ہے میرے لئے اس میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ میں خود افریقہ میں نو سال گزار چکا ہوں ، اس لئے بہتر سمجھا کہ ایک جگہ کسی خالی نشست کا سہارا لیکر کیوں نہ اپنی ٹانگوں کو آرام نہ دوں جب تک کہ میرے ساتھی اپنے مشاہدات سے فارغ ہو کر واپس نہ آ جائیں۔

سامنے دیکھا تو ایک چارٹ کی مدد سے سمندر کی گہرائی کو یوں ظاہر کیا گیا تھا کہ دو سو میٹر تک گہرائی سطح سمندر کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے اور پھر ایک ہزار میٹر تک اسے شفق کا نام دیا گیا ہے اور پھر اگلے چار ہزار میٹر تک سمندر کی وہ کیفیت ہے جسے قرآن نے ﴿ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ "تاریکیوں کے اوپر تاریکیوں) سے تعبیر کیا گیا۔

سمندر کی عمیق ترین گہرائی بحر الکاہل میں پائی جاتی ہے جو 11 ہزار میٹر تک جاتی ہے۔ مجھے اس چارٹ کی طرف یوں بھی توجہ ہوئی کہ علم بحار کے فاضلین سمندر کی ان گہرائیوں کو فٹ اور میٹر کے حساب سے بتا چکے ہیں کہ جہاں ایک غوطہ خور کو مختلف رنگوں کا ادراک رکھتا ہے اور جوں جوں وہ گہرائی میں اترتا جاتا ہے، ایک کے بعد دوسرا رنگ غائب ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر وہ مسافت کہ جس کے بعد مکمل تاریکی چھا جاتی ہے، اُسے سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا﴾ "آدمی اگر اپنا ہاتھ بھی نکالے تو اُسے دیکھ نہ پائے گا۔"

2۔ یادگار ابراھام لنکن

واشنگٹن شہر کا مرکز چند نمایاں عمارات پر مشتمل ہے، جن میں ایک یہ بلند و بالا عمارت ہے جو امریکہ کے سولھویں صدر کی عظمت کو چار چاند لگاتی ہے۔

ایتھنز (یونان) کے معابد کی طرز پر بنا ہوا یہ ہال ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے کہ جہاں تک پہنچنے کے لئے آپ کو ایک پختہ زینے کی پہلے 23 اور پھر 18 سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔

یہ ہال (36) استونوں پر قائم ہے۔ ہر کالم پر ایک ریاست کا نام کندہ کیا گیا ہے جو لنکن کی وفات (1865ء) تک ریاستہائے متحدہ امریکہ کا مقدر بن چکی تھیں ۔ تعمیر کی تکمیل (1922ء) تک ان کی تعداد بڑھ کر 48 ہو چکی تھی تو عمارت کے بالائی احاطہ پر ان کے ناموں کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔

ہال میں داخل ہوں تو سامنے کی دیوار کے بیچوں بیچ ایک بڑے سے چبوترے پر ایک دیو قامت کرسی پر لنکن کا ماربل سے بنا گر انڈیل مجسمہ ایستادہ نظر آئے گا، اپنے اصلی قد و قامت سے تین گنا بڑا!!

خود اس کی قامت چھ فٹ کے قریب تھی۔ یہ مجسمہ 19 فٹ کا ہے اور اگر یہ کھڑا کر دیا جاتا تو 28 فٹ کی قامت کو پہنچ جاتا۔

مجسمے کے دونوں طرف کی دیواریں انگریزی تحریر سے منقش ہیں۔ یہ تحریر لنکن کی دو تاریخی تقریروں پر مشتمل ہے جن میں اس کی وہ تقریر شامل ہے، جو اس نے صدر بننے پر بطور افتتاحی خطاب پیش کی تھی۔

مجسمہ سازی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، مسلمانوں کی کوئی بھی عظیم شخصیت اپنے کردار، اپنے افعال اور اپنی بے پناہ قربانیوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر بناتی ہے ۔ مغربی تہذیب بلکہ تمام مشرکانہ تہذیبوں میں اس عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے مجسموں کا سہارا لیا گیا ہے۔

کہنا یہ مقصود ہے کہ ابراہام لنکن نے امریکیوں کے دلوں میں یہ حسین مقام کیسے حاصل کیا، وہ شخص جو کہ معمولی کلرک کی حیثیت سے کام کرتا رہا وہ اس مقام تک کیسے پہنچا۔ 'راز حیات' کے مؤلف 'مایوسی نہیں' کے عنوان کے تحت اس کی زندگی کے بارے میں یہ سطور قلمبند کرتے ہیں۔

امریکہ کے ایک شخص نے 1831ء میں تجارت کی۔

اس میں وہ ناکام ہو گیا۔ 1832 میں اس نے ملکی سیاست میں حصہ لیا مگر وہاں بھی اس نے شکست کھائی۔ 1834 میں اس نے دوبار تجارت کی۔ اس بار بھی وہ اپنی تجارت کو چلانے میں ناکام رہا۔

1841 میں اس کے اعصاب جواب دے گئے۔ 1843 میں وہ دوبارہ سیاست میں داخل ہوا۔ اس کو امید تھی کہ اس بار اس کی پارٹی اس کو کانگرس کی ممبری کے لیے نامزد کر دے گی۔ مگر آخر وقت میں اس کی امید پوری نہ ہو سکی۔ اس کا نام پارٹی کے امیدواروں کی فہرست میں نہیں آیا۔ 1855 میں اس کو پہلی بار موقع ملا کہ وہ سینٹ کے لیے کھڑا ہو۔ مگر وہ الیکشن میں ہار گیا۔ 1858 میں وہ دوبارہ سینٹ کے الیکشن میں کھڑا ہوا اور دوبارہ شکست کھائی۔

یہ بار بار ناکام ہونے والا شخص ابراہام لنکن (65-1809) تھا جو 1860 میں امریکہ کا صدر منتخب ہوا۔ اس نے امریکہ کی تعمیر میں اتنا بڑا کام کیا کہ آج وہ نئے امریکہ کا معمار سمجھا جاتا ہے۔ (راز حیات از وحید الدین خان: ص 156-188)

اور جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو امریکہ میں سیاہ فام باشندوں کی آزادی کا علمبردار بنا۔ شمال اور جنوب کی ریاستوں میں اس موضوع پر خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا لیکن لنکن اس جنگ میں فاتح کی حیثیت سے نمایاں ہوا اور اپنے استقلال، حوصلہ مندی اور کامیاب منصوبہ بندی کی بنا پر امریکہ کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا گیا۔

اس ہال کے باہر نکل کر آپ نگاہ دوڑائیں تو دور دور تک آپ کو آسمان سے چھوتی ہوئی عمارتیں نظر نہ آئیں گی اور یہی فرق ہے واشنگٹن اور نیو یارک کا، وہاں تو بادلوں سے ہم کنار بلند و بالا عمارتیں ہیں اور یہاں بادل بغیر کسی رکاوٹ کے زمین کو جل تھل کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔

یہاں ایک مرغزار آپ کے سامنے ہے، یا پیادہ لوگوں کے چلنے کے لئے ایک وسیع اور طویل راہداری آپ کو نظر آئے گی، جس کے درمیان شالامار باغ کی طرز پر ایک مستطیل تالاب ہے، جس کے کناروں پر فوارے پانی کی چھلکار کا خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ دور بہت دور ایک اونچا مخروطی مینار ہے جسے علامت واشنگٹن (Monuement) بھی نام دیا گیا ہے اور پھر اس سے بھی ماوراء ایک پہاڑی پر جسے (CAPITAL HILL) کہا جاتا ہے ایک سفید گنبد نظر آتا ہے جو امریکہ کی سب سے طاقتور اتھارٹی یعنی پارلیمنٹ (کانگریس) کا عنوان ہے۔

اس راہداری کو نیشنل ہال کا نام دیا گیا ہے، سوا دو میل کی طوالت رکھتا ہے اور جسے اوسط رفتار کے ساتھ پونے گھنٹے میں طے کیا جا سکتا ہے۔

مجھے اس راہداری پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن ذخیرہ معلومات یہ بتاتا ہے کہ اس شاہراہ پر کئی دوسری یادگاریں، کھلی فضا میں اپنے مجسموں، تحریروں، نقش ونگار یا کہیں کہیں چند متواضع عمارتوں کی شکل میں سیاحوں کے لئے قابل کشش قرار دی گئی ہیں۔ ان کے نام یہاں تحریر کرتا جاتا ہوں:

1۔ کوریا، ویتنام وار کے فوجیوں کی حالت زار پر مشتمل مجسمے

2۔ مخروطی مینار

3۔ امریکہ کے تیسرے صدر تھامس جیفرسن کا مجسمہ جس نے آزادی امریکہ کی قرارپاس کی۔

4۔ جارج میسون میموریل جس نے انسانی حقوق کا بل منظور کیا تھا۔

5۔ درختوں کے جھرمٹ میں آئن اسٹائن کو اپنی کتاب کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔

6۔ ایک دیوار کی چھاؤں میں صدر ٹیڈی روزویلٹ کا مجسمہ

7۔ مارٹن لوتھر جونئیر کا 34 فٹ کا بلند مجسمہ

8۔ جنگ عظیم دوئم میموریل

9۔ FDR یا صدر فرینکلن ڈی کا مجسمہ جس نے جنگ عظیم دوئم کے درمیان سوشل اسکیوریٹی سسٹم متعارف کرایا تھا اور اسی طرح مزدور کی کم سے کم اجرت کو متعین کیا تھا۔

3۔ ایک دریا کی کہانی

واشنگٹن کے ایک طرف میری لینڈ کی ریاست ہے تو دوسری طرف ریاست ورجینیا۔ واشنگٹن کے نام سے علیحدہ ریاست بھی ہے جو امریکہ کے مغربی ساحل پر کینیڈا کی سرحد کو چھوتی ہے۔ واشنگٹن شہر چونکہ ایک فیڈرل کیپیٹل ہے اور وہ کولمبیا ڈسٹرکٹ میں واقع ہے، اس لیے اسے ہمیشہ واشنگٹن DC لکھا جاتا ہے۔ کولمبیا کا نام کرسٹوفر کولمبس کے نام پر رکھا گیا ہے پر رکھا گیا ہے، اور یہ شہر ورجینا اور میری لینڈ سے کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ اور دار السلطنت ہونے کی بنا پر آپ اپنی مستقل شناخت رکھتا ہے۔ ہم جب بھی یہاں آتے ہیں تو POTOMAC دریا پر بنے پل کو پار کر کے اس شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

اسے بحر اطلانتک سے وابستہ دریاؤں میں چوتھے بڑے دریا کی حیثیت حاصل ہے اور سارے ملک کے دریاؤں میں وہ 21ویں نمبر پر آتا ہے۔

405 میل طوالت رکھنے والا یہ دریا ALLEGHONY کے پہاڑوں سے نکلتا ہوا اپنا طویل سفر طے کر کے اور چار ریاستوں سے گزرتا ہوا واشنگٹن پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے CHESPEAKE کی خلیج میں جا گرتا ہے جس کے ڈانڈے بحر اطلانتک سے جا ملتے ہیں۔

بتایا گیا کہ ہماری اپنی رہائش (STERLING) ورجینیا سے کوئی دس میل کے فاصلے پر یہ دریا متعدد

آبشاروں کا حسین منظر پیش کرتا ہے اور اسے دونوں ریاستوں یعنی میری لینڈ اور ورجینیا سے رسائی حاصل ہے لیکن میری لینڈ کی جانب زیادہ وسعت رکھتی ہے ، چنانچہ ایک شام ہم مجاہد اور بچوں کے ساتھ سوئے دریا روانہ ہوئے۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد ہم نے نقشے کے مطابق راستے کا انتخاب کیا۔ ہمارے بائیں طرف ایک نہر کے آثار دکھائی دیئے جس پر لاک لگائے گئے تھے۔ مراد یہ ہے کہ جب نہر کی سطح اونچی ہو تو کشتیوں کو اوپر سے نیچے لانے کے لئے لاک بنائے جاتے ہیں، یعنی کشتی کو آہنی دروازوں کی رکاوٹ کھڑی کر کے پانی کے ساتھ نیچے لایا جاتا ہے تاکہ وہ نچلی سطح آب کے برابر آسکے اور پھر گیٹ کھول دیا جاتا ہے تاکہ کشتی اپنا سفر جاری رکھ سکے۔ یہی عمل کشتی کو نچلی سطح سے بالائی سطح تک لانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

یہ نہر کسی زمانے میں قابل استعمال رہی ہو گی، اب تو صرف آثار قدیمہ کا نمونہ پیش کر رہی تھی، بالآخر ہم ایک چوبی تختوں سے بنی گزر گاہ میں داخل ہوئے جو اپنے پہلے پُل پر پہنچتی ہے، یہاں دریا کا منظر ہمارے سامنے ہے۔ دریا کا پانی بڑے بڑے پتھروں، چٹانوں سے رستا نظر آتا ہے اور پھر کسی اونچی چٹان سے گرتا ہوا آبشار کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس طرح کی بیس آبشاریں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک آبشار کی اونچائی بیس فٹ بتائی گئی ہے۔ ہم نے اس گزر گاہ پر کوئی چار پل پار کئے اور آخری پل سے سب سے بڑی آبشار کے پانی کو گرتے دیکھا۔ یہ آبشار چوڑائی میں کچھ وسعت رکھتی تھی۔ لیکن اونچائی وہی تھا جس کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ یہاں یہ دریا اپنی روانی اور جولانی کے ساتھ بہتا نظر آتا ہے۔ دور دوسرا کنارہ نظر آتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں ریاست ورجینیا کی طرف سے آنے والوں کے لئے مقام دید بنایا گیا ہے۔

حکومت نے دریا کے دونوں اطراف میں ایک وسیع علاقے کو پارک کی حیثیت دے رکھی ہے جہاں زائرین اور سیاح آبشار کی پھوار سے لطف اندوز ہوتے ہیں، سبزہ زار اور مرغزار میں چہل قدمی کرتے ہیں اور بچے جھولوں اور اڑن کھٹولوں کا مزا لیتے ہیں اور صناعی قدرت کے یہ حسین مناظر قلب سلیم اور عقل فہیم کو خالق کائنات کے نام کی تسبیح و تحمید بجالانے کا پیغام دیتے ہیں۔

4۔ واشنگٹن کا ایک گرمائی مقام

اسلام آباد سے جیسے مری جانا ہو تو ایسے ہی واشنگٹن سے SHENONDOH کی پہاڑیوں کا سفر ہے، ہماری اپنی رہائش سے 73 میل کا فاصلہ تھا۔ کوئی پچاس میل بعد یہ پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور سب سے اونچی پہاڑی تک پہنچنے کے لئے کوئی بیس میل کی وہ شاہراہ ہے، جو ہر پہاڑی راستے کی طرح پیچ وخم اور نشیب وفراز کے مزے چکھاتی ہے۔

مقامی زبان میں ' شیمندوہ 'کا مطلب ہے 'ستاروں کی خوبروبیٹی ' یعنی شہروں کی مصنوعی روشنی سے دور اگر رات کو ستاروں کا جھرمٹ دیکھنا ہو تو یہاں چلے آؤ۔ جوں جوں ہم بلندی کی طرف بڑھتے گئے طول وطویل درختوں کا ہجوم بھی بڑھتا گیا اور ساتھ ساتھ خنکی بھی۔ 3550 فٹ کی بلندی پر SKYLAND کاریسٹ ہاؤس ہے کہ اس بعد مزید 50 فٹ اور چلے آئیں تو سب سے اونچے مقام تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہاں کے مختصر عجائب گھر کی زیارت کے لئے کمر بستہ ہو گئے کہ وقت تھوڑا تھا اور عجائب گھر اور اس سے ملحقہ دکان نوادرات کے بند ہونے میں تھوڑا سا وقت باقی تھا۔

تصاویر، اشکال، رسوم کے ذریعے اس بلندی تک سڑک کی تعمیر کے مراحل کو واضح کیا گیا تھا جس کا افتتاح 1937ء میں کیا گیا تھا اور پھر اسی قدرتی جگہ کو دیکھنے کے لئے سیاحوں کا ہجوم امڈ آیا۔ پہلے ہی سال سات لاکھ اور پھر اس سے اگلے سال 10 لاکھ (ایک ملین) زائرین یہاں کے خوبصورت مناظر، خوشگوار ہوا اور بایپادہ ٹیڑھے میڑھے راستوں کی خاک نوردی کے لئے پہنچ گئے تھے۔ اس شاہراہ کی لمبائی 105 میل بتائی گئی ہے۔

صدر روز ویلٹ نے خاص طور پر اس جگہ کو اپنے گرمائی مقام استراحت کے لئے منتخب کیا تھا۔ خیال رہے کہ 1946ء تک یہاں کی استراحت گاہوں میں کالوں اور گوروں کے درمیان تفریق رکھی جاتی تھی اور اگر یہاں غلاموں کا ذکر آیا ہے تو بیان کرتا چلوں کہ بُردہ فروشی کی یہ تاریخ پچھلے تین سو سالوں پر محیط ہے۔

پلی متھ (انگلینڈ) کا جان ہاکین 1600ء کے لگ بھگ غلاموں کی تجارت میں اولین مقام رکھتا ہے۔

افریقہ سے بُردہ فروش، برٹش اجارہ داری کے تحت امریکی بندرگاہوں پر 29 فیصد غلاموں کو اور برازیل کے ساحلوں پر 41 فیصد غلاموں کو ان کے آقاؤں کے حوالہ کرتے تھے اور پھر کوئی ڈھائی سو سالوں کے بعد یعنی 1863ء میں لنکن کے قرار آزادئ غلاماں کے بعد سرکاری طور پر غلامی کا خاتمہ عمل میں لایا گیا لیکن جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا گیا، پبلک مقامات پر سیاہ فام افراد کو اپنے حقوق حاصل کرنے میں مزید نوے یا 100 سال کا انتظار کرنا پڑا۔

واضح رہے کہ

برطانیہ میں اس تاریخ سے تیس سال قبل بردہ فروشی پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ شام کے پونے پانچ بجے عجائب گھر کے دروازے بند ہو رہے تھے، ادھر ہلکی ہلکی برفباری بھی شروع ہو چکی تھی، اس لئے ہم نے واپسی کی راہ لی اور دو گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اپنی اقامت گاہ کو جالیا۔

5۔مسک الختام:(تلخیص خطاب جمعہ)

واشنگٹن شہر میں وائٹ ہاؤس، کانگریس اور اسے ملحقہ لائبریری کو میں کئی سال قبل اپنی پہلی آمد کے موقع پر دیکھ چکا تھا۔ اس دفعہ کانگریس (پارلیمینٹ) کو دیکھنے کا ایک اور موقع تھا لیکن اس کے لئے پیشگی بکنگ لازمی تھی۔ اس لیے وہاں جانا تو ہوا لیکن نچلی منزل پر واقع مطالعاتی سنٹر اور نمائش تک رسائی حاصل رہی اور اسی پر ہماری واشنگٹن یاترا اختتام کو پہنچی۔

5/جنوری 2024ء کا جمعہ مسجد آدم میں ادا کیا۔ خطیب ایک پاکستانی ریٹائرڈ ڈاکٹر تھے، انہوں جو چند باتیں پیش کیں ان کی تلخیص کو مسک الختام کے طور پر عرض کیے دیتا ہوں:

مفہوم استعانت: شاہراہ عام پر آپ کار ڈرائیو کر رہے ہوں اور آپ کی کار کا ٹائر پنکچر ہو جاتا ہے، کیا آپ گاڑی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہیں گے اور ہر گزرنے والے سے استدعا کریں گے کہ وہ آپ کا اضافی ٹائر فکس کر دے، نہیں، آپ خود اپنی سی کوشش میں لگ جائیں گے، کوئی نہ کوئی گاڑی والا آپ کی مدد کو ضرور آئے گا اور کہے گا کہ کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں تو پھر آپ اس کے شکر گزار ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ کر سکتے ہیں۔ وہ کرنا شروع کر دیں تو پھر آپ کی غیبی امداد کے دروازے بھی کھلتے جائیں گے۔

2۔نماز قائم کرنا

نماز پڑھنے اور نماز قائم کرتے ہیں کیا فرق ہے؟

آپ اپنے دفتر میں ہیں، نماز کا اہتمام کرواتے ہیں، نماز کے لئے جگہ مختص کرتے ہیں، اسٹاف کو نماز کے لئے بلاتے ہیں اور ایسے ہی گھر میں اپنے بیوی بچوں سے پوچھتے رہتے ہیں کہ آیا انہوں نے نماز ادا کی یا نہیں! ایک اور مثال بیان کی۔

ترکی کی ایک جمعیت کی طرف سے ایک پاکستانی عالم کو نماز کی اہمیت کے بارے میں لیکچر میں دینے کے لئے بلایا گیا۔ ہال میں بے شمار لوگ موجود تھے۔ یہ صاحب آئے، بلند آواز سے سلام کیا، سب نے جواب دیا اور پھر انہوں نے کہا کہ کچھ کام در پیش ہیں، اس لیے میں لیکچر نہیں دے سکتا۔ والسلام علیکم کہا اور پھر ہال سے باہر نکل آئے۔ لوگ حیران وششدر رہیں کہ ان کو اتنی دور سے لیکچر کے لئے بلایا گیا اور یہ حضرت کام کا بہانہ بنا کر غائب ہو چکے ہیں!! اتنے میں وہ دوبارہ ہال میں داخل ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جیسے اقامت صلاۃ کے لئے بلایا گیا اور اس نے بحیثیت مسلمان اس دعوت کو قبول بھی کیا۔ لیکن پھر کام کا بہانہ کرکے نماز قائم کرنے سے گریز کرتا رہا

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾

اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہیں بدلتے۔

3۔نصرت الٰہی کے لئے اللہ پر مکمل اعتماد

مجھے کورٹ میں اپنا مقدمہ پیش کرنا ہو تو میں کیسے وکیل کی خدمات حاصل کروں گا؟

اس کی جو ابھی ابھی وکالت پاس کرکے آیا ہے یا اس وکیل کی جسے وکالت کا سالہا سال کا تجربہ ہے۔ ہمیں تو یہ بتایا گیا کہ کہ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ہمیں تو یہ کہا گیا ہے کہ

"اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی وہ اچھا ہے کہ جس پر بھروسہ کیا جارہا ہے!!

4۔ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ

ایک آدمی کو صرف اس ایک آیت سے ہدایت نصیب ہوئی۔

اس نے کہا: کوئی مؤلف اس بات کا دعوی نہیں کر سکتا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے، وہ غلطیوں سے بالکل محفوظ ہے۔ یہ دعویٰ صرف اللہ کی ذات ہی کر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہود و نصاریٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ ﴿الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ﴾ "جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا۔" اس بات کی دلیل ہے کہ اصل کتاب یعنی القرآن تو صرف مسلمانوں ہی کو عطا کیا گیا ہے، یہود اور نصاری کو تو اس کا کچھ حصہ ہی دیا گیا ہے۔

5۔آیات محکمات اور متشابہات

ہمیں اللہ تعالیٰ نے عقل اور نقل دونوں عطا کئے ہیں۔ ایک شخص جو صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے، اس کے لیے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام بغیر شوہر کے ایک بچے کی ماں کیسے بن گئیں لیکن ایک مؤمن کے لئے یہ بات کسی الجھن کا سبب نہیں بنتی کہ ہمارے پاس یہ خبر نقل محفوظ سے پہنچی ہے، اس لیے ہمیں اس پر پورا اعتماد ہے۔

☆☆☆

عرفہ کا روزہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں اس دن کے روزے کو پسند کرتا ہوں سوائے حاجی کے، اس کے لیے میں پسند کرتا ہوں عرفہ کے دن کا روزہ نہ رکھے کیونکہ وہ فریضۂ حج ادا کرنے والا، قربانی کرنے والا اور مسافر ہے اور اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج میں اس دن روزہ نہیں رکھا، تاکہ حاجی دعا کے لیے خوب توانا رہے اور عرفہ کے دن کی دعا افضل دعا ہے۔"

(مختصر المزنی: ص59؛ فضائل الاوقات للبیہقی: ص364)

☆☆☆



حدیث نمبر:85

عَنْ البراء بن عازب رضي الله عَنْه قال : «رَمَقْتُ الصّلاة مَعَ مُحَمّدٍ ﷺ، فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ، فَرَكْعَتَهُ، فَاعْتِدَالَهُ بَعْدَ رُكُوعِهِ، فَسَجْدَتَهُ، فَجِلْسَتَهُ بَيْنَ السّجْدَتَيْنِ، فَسَجْدَتَهُ فَجِلْسَتَهُ مَا بَيْنَ التّسْلِيمِ وَالانْصِرَافِ : قَرِيباً مِنَ السّوَاءِ».

وفي رواية البخاري:

«مَا خَلا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ : قَرِيباً مِنَ السّوَاءِ».

(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب حد إتمام الركوع، والاعتدال فيه، والطمأنينة، برقم 792، ومسلم، كتاب الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة، وتخفيفها في تمام، برقم 471، واللفظ له)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں (پڑھی جانے والی) نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے آپ کے قیام، رکوع، رکوع کے بعد اعتدال اور آپ کے سجدے، دونوں سجدوں کے درمیان جلسے (بیٹھنا) اور آپ کے دوسرے سجدے اور اس کے بعد سلام اور رخ پھیرنے کے درمیان وقفے کو تقریباً برابر پایا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ قیام اور آخری تشہد کے علاوہ باقی سب ارکان تقریباً برابر تھے۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : رَمَقْتُ: میں نے غور سے دیکھا۔

2 : اَلتّسْلِيْمُ : سلام کہنا۔

3 : اَلْاِنْصِرَافُ : پھرنا۔

4 : قَرِيْباً مِّنَ السّوَآءِ: تقریباً برابر۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ شاگرد کا اپنے استاذ کے عمل کو بغور دیکھنا تاکہ اپنے عمل کو درست طریقہ سے کر سکے۔

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی نماز کو بہت اہتمام سے دیکھتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے ہاں صرف مسنون نماز ہی مقبول ہے۔

3۔ صحابہ کرام علیہم السلام نے نبی کریم ﷺ کی نماز میں جو کچھ دیکھا پوری امانت داری سے اس کو باقی لوگوں تک پہنچا دیا۔

4۔ نماز کی ادائیگی میں تعدیل ارکان کا خیال رکھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔

5۔ قیام اور آخری تشہد دیگر ارکان کی نسبت طویل کرنا مسنون ہے۔

6۔ قیام اور تشہد کے علاوہ مثلاً رکوع، رکوع کے بعد کھڑا ہونا، سجدہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہے۔ مگر بد قسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت قیام، رکوع و سجود اور دو سجدوں کے درمیان بہت تیزی کرتے ہیں جس سے نماز باطل ہونے کا اندیشہ ہے۔

7۔ نماز کی پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ ادائیگی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور ایک مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو سیکھنا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

8۔ اس حدیث مبارکہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور مقتدی صرف ربنالک الحمد کہے گا۔

9۔ اس حدیث میں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اس میں اعتدال و اطمینان کا ذکر ہے۔ اور نماز کے ہر رکن میں اعتدال و اطمینان فرض اور رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے اس کا خاص اہتمام اور خیال رکھنا چاہیے۔

حدیث نمبر:86

عَنْ ثابت البناني عَنْ أنس بن مالك رضي الله عَنْه قال : «إنّي لا آلُو أَنْ أُصَلّيَ بِكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يُصَلّي بِنَا ــ قَالَ ثَابِتٌ : ــ فَكَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئاً لا أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَهُ، كَانَ إذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، انْتَصَبَ قَائِماً، حَتّى يَقُولَ الْقَائِلُ : قَدْ نَسِيَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السّجْدَةِ، مَكَثَ، حَتّى يَقُولَ الْقَائِلُ : قَدْ نَسِيَ».

(رواه البخاري، كتاب الأذان، باب الطمأنينة حين يرفع رأسه من الركوع، برقم 800، ومسلم، كتاب الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة، وتخفيفها في تمام، برقم 472، واللفظ له.)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ثابت بنانی رحمہ اللہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا کہ تمھیں نماز پڑھاؤں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ سیدنا ثابت بنانی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا انس بن

مالک رضی اللہ عنہ وہ کام کرتے کہ میں تمہیں وہ کام کرتے نہیں دیکھتا ہوں جب وہ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا کہ آپ بھول گئے ہیں۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : لَا آلُوْ :میں کوتاہی نہیں کروں گا۔

2 : يَصْنَعُ :وہ کرتا ہے۔

3 : اِنْتَصَبَ قَائِمًا:سیدھے کھڑے رہتے۔

4 : مَكَثَ:وہ ٹھہرا۔

5 : قَدْ نَسِيَ : تحقیق وہ بھول گیا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کو نماز عملا کر کے سکھاتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا سبق یاد کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی پریکٹس (عملا) بھی کسی صاحب علم سے سیکھنا ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج نمازی مسلمانوں کی اکثریت کا نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کی کیفیت قیام، رکوع، رکوع کے بعد، سجود، دو سجدوں کے درمیان بیٹھک، تشہد اور سلام پھیرنے کی کیفیت مسنون نہیں ہے۔ بلکہ اکثر نمازیوں کی غلطیاں فحش ہیں جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس لیے نماز کے عمل کو کسی صاحب علم سے سیکھنا بہت ضروری ہے۔

2۔رکوع کے بعد قیام اور سجدے کے بعد بیٹھنے کا دورانیہ طویل ہونا مستحب ہے اور کم از کم اعتدال واطمینان فرض ہے۔

3۔تابعین کے زمانے میں بعض لوگ نماز کے ارکان ادا کرنے میں جلدی کرتے تھے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین علماء ان لوگوں کو تنبیہ کرتے اور انکی اصلاح کرتے اور ہمارا زمانہ تو بہت بعد کا ہے اس زمانے میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق نماز کا نہ ہونا عام معمول ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو مسنون نماز سبقًا، عملا اور وقت کے اعتبار سے سیکھنے سکھانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

حدیث نمبر:87

عَنْ أنس بن مالك رضي الله عَنْه قال : «مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلاةً، وَلا أَتَمَّ صَلاةً مِنْ رَسُولِ الله ﷺ ».

[رواه البخاري، كتاب الأذان، باب الإيجاز في الصلاة وإكمالها، برقم 708، ومسلم، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، برقم 190-(469)، واللفظ له.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ سے تخفیف اور تکمیل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہو۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : وَرَاءَ اِمَامٍ :امام کے پیچھے۔

2 : قَطُّ : کبھی۔

3 : أَخَفُّ :زیادہ ہلکی۔

4 : اَتَمُّ :زیادہ پوری، مکمل۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام الحدیث

1۔نبی کریم ﷺ عموماً لمبی نماز پڑھاتے یعنی قرات اور ارکان الصلاۃ کو لمبا کرتے اور بعض دفعہ اس کو مختصر بھی پڑھاتے مگر جب مختصر پڑھاتے تو اس کے ارکان کی ادائیگی میں اعتدال واطمینان کا لحاظ رکھ کر پڑھاتے۔ البتہ بعض دفعہ قرات کو بہت مختصر کر دیتے حتی کہ فجر کی نماز میں سورہ الفلق اور سورہ الناس کا پڑھنا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

2۔امام مقتدیوں کو ایسی نماز پڑھائے جو بیک وقت ہلکی اور مکمل ہو تاکہ مقتدیوں کے دلوں میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو اور نہ ثواب میں کوئی کمی رہے۔

3۔امت کے ہر فرد کو نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نماز پڑھنی چاہیے تاکہ اجروثواب سے کوئی محرومی نہ رہے۔ ہمارے زمانے میں لوگوں کی اکثریت یہ کہتی پائی جاتی ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے جیسی بھی ہو حالانکہ یہ کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ کو صرف مسنون نماز ہی قبول ہے۔ غیر مسنون نماز جس میں اعتدال واطمینان کا لحاظ نہ رکھا جائے اس سے محض مال اور وقت کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔

☆☆☆

طالب علم کے نصائح

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فما ينبغي لطلاب العلم أن يهتموا بنعيق كل ناعق؛ لأن هذا باب لا يكاد ينتهي، كلما خطر في بال أحدهم خاطرة وهو أجهل من أبي جهل فنحن نعتد به، ونرفع كلامه من أرضه، ونقيم له وزنا ومناقشة ومحاضرة وإلى آخره

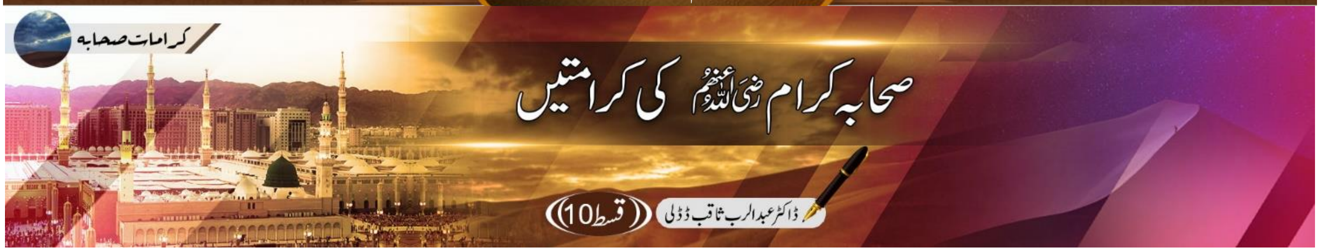
"طلاب علم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہر ایرے غیرے شخص کی چیخ وپکار پر کان دھریں، کیونکہ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا، جاہلوں میں سے کسی کے دماغ میں جب بھی کوئی بات آئے اور وہ اسے بک دے جبکہ وہ خود ابو جہل سے بھی بڑا جاہل ہو، اور ہم اس کی بات پر دھیان دیں، اسے نشر کریں، اسے اہمیت دیں، اس کا رد کریں اور اس پر بحث کریں، یہ بالکل مناسب نہیں۔"(سلسلۃ الھدی والنور 860)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من إهانة العلم أن تحدث كل من سألك

"یہ علم کو ذلیل کرنا ہے کہ ہر شخص کے مطالبہ پر اس کے ساتھ علمی گفتگو شروع کردو۔"

(الجامع لأخلاق الراو: 1/205)



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامتیں

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی
(قسط 10)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ جب قحط میں مبتلا ہوگئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کرتے تھے اور آج ہم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں، اے اللہ! تو بارش نازل فرما۔

سیدنا ابن سعد سے منسوب ایک روایت میں ہے کہ سیدنا موسیٰ بن عمیر کہتے ہیں کہ ہم لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں قبلہ رخ کیا کہ اے اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور ہم ان کا وسیلہ لیتے ہوئے تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں، لہٰذا تو بارش نازل فرما۔

راوی کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر میں ہم بارش سے متمتع ہوئے۔ (الاصابہ: 3/625)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں زندہ بزرگوں کا وسیلہ لینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے بزرگ چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ لیتے تھے، اگر فوت شدگان کے وسیلہ کی اسلام میں اجازت ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیتے مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے سات کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں، تو وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں، پھر انہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لیں تو اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھ رہیں تھیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیں تو وہ کنکریاں اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں، جس طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھ رہی تھیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو وہ اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں، جس طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھ رہی تھیں، اس کے بعد حاضرین کو وہ کنکریاں دیں مگر کسی کے ہاتھ میں وہ تسبیح نہیں پڑھ رہیں تھیں۔ (طبرانی الاوسط)

سیدنا عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد سیدنا عبداللہ بن زید نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس سے ایک آدمی گزر رہا ہے، ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا: تم اس کا کیا کروگے؟ میں نے کہا:

ہم اس سے لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔

وہ کہنے لگا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو اس سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: تم یوں کہا کرو

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ آؤ نماز کی طرف۔ آؤ نماز کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“ پھر وہ مجھ سے کچھ پیچھے ہٹ گیا اور کہا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو یوں کہو:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ.

نماز کھڑی ہوگئی ہے۔ نماز کھڑی ہوگئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ ان شاء اللہ سچا خواب ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور انہیں وہ کلمات بتاتے جاؤ جو تم نے دیکھے ہیں۔ وہ اذان کہے گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز والا ہے۔"

چنانچہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور انہیں وہ الفاظ بتاتا گیا اور وہ اذان کہتے گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں تھے، انہوں نے اسے سنا تو (جلدی سے) چادر گھسیٹتے ہوئے آئے، کہنے لگے:

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اے اللہ کے رسول! میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے جیسے کہ انہوں نے دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔" (سنن ابو داوَد: 499)

☆☆☆

مولانا کاکا سعید احمد عمری کی وفات سے پیدا خلاء صدیوں پر نہیں ہو سکے گا

جامعہ دار السلام عمر آباد جنوبی ہند کے معتمد عمومی آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر مختلف تعلیمی ور فاعی تنظیموں کے ٹرسٹی و مشیر حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری 11 مئی کو عمر آباد میں وفات پا گئے اور 12 مئی کو ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ان کے خلف اکبر مولانا انیس احمد عمری کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور نمناک آنکھوں سے عمر آباد ہی میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے اساتذۂ حدیث میں مولانا نعمان اعظمی ہیں جو محدث حضرت مولانا میاں نذیر حسین اور ڈپٹی نذیر حسین کے تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا پوری زندگی کتاب وسنت پر عمل پیرا رہے۔ 1958 میں آپ شریک معتمد عمومی بنائے گئے جبکہ آپ کی عمر صرف بائیس سال تھی اور 1988 میں جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے جامعہ کی ساری ذمہ داریاں سنبھال لئے تھے۔ اس کے علاوہ دین وملت کی تعمیر وترقی کے لئے آپ سرگرم عمل رہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن تاسیسی ونائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی کے رکن تاسیسی اور آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر کی اہم حیثیت سے بڑی اہم خدمات انجام دیں۔

نیز خدمت خلق کے باب میں جملہ سہولیات سے لیس جامعہ میں ہسپتال کی نئی عمارت قائم فرمائی اور ہندوستان بھر میں تقریباً ساڑھے چار سو مساجد کی تعمیر آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہو گی۔ ان شاء اللہ

جامعہ میں ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے اجلہ علماء کرام اور اساتذہ جامعہ نے اپنے تاثرات میں حضرت کاکا سعید احمد کی خوبیوں اور ان کی صلاحیتوں پر روشنی ڈالی مرحوم 88 سال عیسوی اعتبار سے اور 90 سال ہجری اعتبار سے عمر پائی اور اس لمبی زندگی میں جامعہ اور قوم وملت کی ترقی کے لئے کوشاں رہے ان کی اہلیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے پچاس سال سے زائد عرصہ بیت گیا مگر انہوں نے دوسری شادی نہیں کی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ

میں اپنا پورا وقت جامعہ کی ترقی کے لئے وقف کر دوں اور ویسا ہی کیا۔

ہم جب فارغ ہوئے تو جامعہ میں سوا سو یا ڈیڑھ سو طلباء کی تعداد تھی مگر اس گرانی کے دور میں اب جامعہ میں ایک ہزار طلب علم دارالاقامہ میں موجود ہیں۔

یہ ان کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کا تصور بھی پہلے نہیں تھا اور اتنی جدید عمارتوں کا سلسلہ چل پڑا ہے اور اتنا خوبصورت بنایا گیا کہ عمر آباد جنت نظیر کشمیر کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔

عمر آباد کو بسانے والے ان کے دادا محمد عمر تھے اس لئے ان کے نام کی مناسبت سے اس قریہ کا نام عمر آباد رکھا گیا ہے۔ ان کے فرزند اکبر اور شریک معتمد مولانا انیس احمد عمری کے علاوہ تین صاحبزادے کاکا امین احمد، کاکا نسیم احمد اور کاکا ندیم احمد تین صاحبزادیاں متعدد پوتے پوتیاں نواسے اور نواسیاں اور ہزاروں متعلقین شامل ہیں۔

مولانا کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد ملک اور بیرون ملک سے شرکت کئے چونکہ برطانیہ میں بھی اس عظیم درسگاہ کے فارغین موجود ہیں اور دینی خدمت انجام دے رہے ہیں اس لئے انہوں نے بھی مسجد محمدی 'الم راک، برمنگھم میں بارہ مئی کو بعد نماز عشاء مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی مولانا محمد عبد الهادی العمری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، مولانا عبد الحق عمری مدنی، مولانا اسامہ عمری، مولانا عبد الرؤوف عمری ریاضی، حافظ عبد الرافع ریاضی، قاری سید یعقوب، محمد ابراہیم انجینئر، حافظ عمار انجینئر، حاجی عبد الغفور چوہدری، چوہدری اللہ دتہ، قاری حفیظ الرحمن، عبد المنان، عبد الفتاح، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور بہت سے لوگ شریک جنازہ تھے ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے کہا کہ آج ہم ایک مشفق سرپرست اور روحانی والد سے محروم ہو چکے ہیں۔

جو عمری علماء دوری کی وجہ سے نماز جنازہ غائبانہ میں شریک نہ ہو سکے، انہوں نے اپنی مساجد و مراکز میں اہتمام کیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

☆☆☆



سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کی جائے؟

سوال: ایک خاتون کا سوال ہے کہ میں اللہ کی عبادت کیوں کروں جب کہ میں نے اللہ سے تو کبھی یہ نہ چاہا تھا کہ وہ مجھے پیدا کرے؟

جواب: آپ نے اپنے اختیار کی بات کی ہے، پہلے یہ بتایئے کہ اختیار پہلے آئے گا یا وجود انسانی؟ اختیار تو اسی وقت اپنایا جاسکتا ہے، جب ایک انسان اس دنیا میں آجاتا ہے اور پھر وہ ایک خاص عمر تک پہنچ جاتا ہے کہ جب وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔

آپ نے ایک بھیڑ خریدی ہے، وہ آپ کی ملکیت ہے، آپ اس کا دودھ دوھنا جاتے ہیں، کیا آپ بھیڑ سے سوال کرتے ہیں کہ تم مجھے دودھ دوھنے کی اجازت دیتی ہو یا نہیں؟

ماں کے پیٹ میں اللہ نے ایک جان کو ودیعت کیا ہے جو ایک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں پرورش پا رہا ہے، کیا آپ اس سے سوال کر سکتے ہیں کہ آیا وہ پیدا ہونا چاہتا ہے یا نہیں؟

ان دونوں صورتوں میں جواب نفی میں ہو گا کیونکہ دونوں میں اختیار یا عدم اختیار کا احساس ہی نہیں ہے۔

ہماری بھی یہی صورت حال ہے کہ اللہ ہمارا مالک، ہمارا خالق ہے، اس نے اپنی مرضی سے ہمیں ایک خاص وقت ہیں، ایک خاص جگہ پر اور ایک خاص ماں باپ کے ہاں پیدا کیا ہے۔ یہ اس کی مرضی تھی کہ اس نے ہمیں حیوانات کی طرح بغیر عقل و شعور کے نہیں پیدا کیا بلکہ ہمیں اس دنیا میں ایک خاص مقصد کے لئے بھیجا کہ یعنی اللہ کی عبادت کے لئے اسی دنیا میں اللہ کے عبد (غلام) کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے لئے، لیکن اس نے ہمیں مجبور محض نہیں بنایا بلکہ بلوغت کے بعد اس بات کی آزادی دی ہے کہ ہم اپنے عقل و شعور کے ساتھ نیکی وبدی میں تغیر کریں اور کفر و ایمان میں سے صحیح راستہ اختیار کریں۔

فرمایا:

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (سورۃ الکھف:29)

"تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کا راستہ سجھا دیا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ! یہ حساب و کتاب کیسا؟ آپ نے تو ہمیں بتایا ہی نہ تھا کہ کیا ایمان ہے اور کیا کفر ہے؟

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ "ہم نے اسے راستے کی ہدایت دی ہے، تو چاہے وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا ہو۔" (سورۃ الانسان:3)

تو پہلے ہمیں اپنی حیثیت جاننی چاہیے اور اس کے بعد اپنے اختیار کی بات کرنا چاہیئے، جس طرح ایک شخص اپنی ماں سے یہ سوال کرنے کا مجاز نہیں ہے کہ اس نے اُسے کیوں پیدا کیا، اسی طرح اسے یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ اللہ سے یہ سوال کرے۔ کہ اے اللہ! تم نے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا کہ تم اس دنیا میں آنا چاہتے ہو یا نہیں؟

عشاء اور فجر کی نماز کے اوقات

سوال: ایک صاحب نے عشاء کی نماز کے بارے میں استفسار کیا ہے، آج کل مغرب رات کے نو بجے ہو رہی ہے، اور مسجد میں عشاء کی نماز ساڑھے دس بجے ادا کی جاتی ہے جب کہ لندن کی مرکزی مسجد کے ٹائم ٹیبل کے مطابق نماز کا وقت 10.40 دکھایا گیا ہے تو کیا میں اپنی مسجد میں نماز ادا کر سکتا ہوں؟

جواب: پہلے ہم عشاء اور فجر کے وقت کے بارے میں اپنی معروضات پیش کرتے ہیں، آخر میں آپ کو اپنے سوال کا جواب خود مل جائے گا۔

1۔ نمازوں کے اوقات کے لئے شریعت میں سورج کے اتار چڑھاؤ کو معیار بنایا گیا ہے۔ فجر کی نماز طلوع شمس سے قبل فجر صادق کے بعد ادا کی جاتی ہے اور مغرب کی نماز غروب شمس کے بعد ادا کرنا مطلوب ہے، اور اس کا وقت شفق کے غروب ہونے تک باقی رہتا ہے اور اس کے معاًبعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو آدھی رات تک رہتا ہے لیکن اگر کسی کی نماز عشاء رہ بھی جائے تو وہ فجر تک اسے ادا کر سکتا ہے۔

ظہر زوال کے بعد ادا کی جائے گی اور اس کا وقت جب تک باقی رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور اسے ایک مثل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جونہی ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

احناف کے ہاں ایک مثل نہیں بلکہ دو مثل (یعنی سایہ دگنا ہو جائے) کے بعد عصر کا وقت شروع ہو گا۔

شفق سے مراد ایک حدیث کے مطابق شفق اَحمر (سرخ روشنی) کا غائب ہونا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے شفق ابیض (سفید روشنی) مراد لی جاتی ہے۔

جغرافیائی اور سائنسی انکشافات کے بعد آسے درجوں کے حساب سے ناپ لیا گیا، بالکل ایسے ہی جیسے گھڑی کی ایجاد کے بعد اب لوگ ظہر اور عصر کے لئے سائے کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ گھڑی سے اس کا وقت معلوم کر لیتے ہیں۔

زمین سورج کے گرد چوبیس گھنٹے میں ایک دور مکمل کر لیتی ہے جسے 360 ڈگری کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ہر دو درجوں کے درمیان 4 منٹ کا وقفہ ہے، گویا ایک گھنٹے میں 15 درجے طے ہوتے ہیں۔

البیرونی نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ جب سورج غروب ہو جانے کے بعد افق سے 180 ڈگری نیچے آجائے تو شفق ابیض مکمل طور پر غائب ہو جاتی ہے اور

خط استواء پر اس کا دورانیہ 75 منٹ کے برابر ہوتا ہے یعنی 18 ڈگری سے اوپر اور 19 ڈگری سے ذرا کم۔

اس کا مطلب ہوا کہ شفق احمر جو 60 منٹ میں غائب ہو جاتی ہے وہ 15 ڈگری کے برابر ہے ، معتدل علاقوں یعنی خط استواء سے دونوں طرف 48 خط عرض بلد تک اسی حساب سے نماز عشاء اور نماز فجر کے اوقات متعین کئے جاتے ہیں۔

خیال رہے کہ فجر کا وقت بھی اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب سورج کے دوبارہ طلوع ہونے میں 18 درجے کی مسافت باقی رہ جاتی ہے ۔ گویا فجر طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اور عشاء غروب شمس کے سوا گھنٹے بعد ادا کی جاسکتی ہے۔

2۔اب آیئے کرہ شمالی میں ان علاقوں کی طرف جو 48 عرض بلد کے اوپر واقع ہیں جیسے لندن (50° عرض بلد، اوسلو(ناروے: 60° عرض البلد)

ان علاقوں میں گرمیوں کے مہینوں (مئی ، جون، جولائی) میں دن لمبے اور راتیں مختصر ہوتی ہیں۔لندن میں ماہ جون میں مغرب ساڑھے نو بجے تک اور اوسلو میں ساڑھے دس بجے تک چلی جاتی ہے۔

اب ان علاقوں میں عشاء اور فجر کے وقت کا کیسے تعین کیا جائے؟

شفق احمر کے حساب سے تو یہ اوقات بنتے ہیں :

شفق احمر غروب شمس کے بعد ایک گھنٹے تک غائب ہو جاتی ہے، اس لیے عشاء ساڑھے دس بجے (لندن کے حساب سے) سے ادا کی جاسکتی ہے۔ ماہ مئی اور جون اور جولائی میں شفق احمر کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک غروب ہوتی ہے تو عشاء کی نماز گیارہ بجے تک ادا کی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی فجر صادق کا تعین بھی 15 ڈگری کے مطابق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اور ماہ مئی اور جون، جولائی میں پونے دو گھنٹے قبل ادا کی جاسکتی ہے۔

برطانیہ میں حزب العلماء نے کئی سال قبل سال بھر کے مشاہدات کے بعد مذکورہ اوقات کی صحت کو تسلیم کیا تھا اور اس کے مطابق سال بھر کی تقویم بھی تیار کی تھی۔ ان کے مشاہدات کے مطابق شفق کے غروب ہونے میں کم سے کم ایک گھنٹہ 7 منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ چالیس منٹ کا وقت مشاہدے میں آیا ہے۔

اور ایسے ہی صبح صادق ، طلوع شمس سے کم سے کم ڈیڑھ گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے قبل مشاہدے میں آئی ہے۔

اور ان مشاہدات کی بنا پر لندن کی مرکزی مسجد (ریجنٹ پارک) اور دوسری کئی مساجد نے اس فارمولے کو اپنایا ہے کہ فجر طلوع شمس سے ایک گھنٹہ 40 منٹ قبل اور عشاء غروب شمس کے ایک گھنٹہ 40 منٹ بعد ادا کی جاسکتی ہے۔

3۔ مسلک احناف کے مطابق چونکہ شفق سے مراد شفق ابیض ہے۔ تو گرمیوں کے تین ماہ کے علاوہ تو مذکورہ بالا توقیت پر بآسانی عمل ہو سکتا ہے یعنی نماز 18 درجے ڈگری کے فارمولے کے مطابق ادا کی جائے اور ظاہر ہے کہ اس فارمولے کے مطابق عشاء تاخیر سے ادا ہو گی ، لیکن گرمیوں کے مہینوں میں (جس کا دورانیہ لندن میں 21 مئی سے 24 جولائی یعنی دو ماہ اور تین دن کا ہے) شفق ابیض غائب نہیں ہوتی بلکہ ساری رات افق پر موجود رہتی ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج 18 ڈگری تک نہیں جاتا بلکہ کہیں 15 ڈگری ، کہیں 12 ڈگری اور مزید شمالی علاقوں میں 6 ڈگری سے نیچے نہیں جاتا۔ اس لئے آدھی رات تک شفق کی روشنی اور بعد ازاں فجر کی روشنی آپس میں گڈ مڈ ہو جاتی ہیں۔یعنی نہ ہی عشاء کا وقت داخل ہوا اور نہ ہی فجر کا تعین ہو سکا۔اب اس مشکل کو کیسے حل کیا جائے؟یعنی ان علاقوں میں جہاں نماز کے وقت کی علامات نہیں پائی گئیں تو وہاں نماز کیسے ادا کی جائے گی؟احناف کی جانب سے چند حل پیش کئے گئے ہیں جن میں نمایاں آراء یہ ہیں :

1۔ صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد) کی رائے پر عمل کر لیا جائے۔یعنی شفق احمر کے غائب ہونے کو مان لیا جائے جو کہ اصلاً شوافع اور اصل حدیث کا مسلک ہے اور اس مسلک کے مطابق نماز کے اوقات ہم نے اوپر تحریر کر دیئے ہیں۔

2۔نصف اللیل کا اعتبار کیا جائے۔

یعنی غروب آفتاب سے لیکر طلوع آفتاب کے وقت کو رات شمار کیا جائے، تو اس کا پہلا نصف عشاء کی نماز کے لئے اور دوسرے نصف کے آغاز میں فجر ادا کی جاسکتی ہے۔گو یا اگر رات سات گھنٹے کی بنتی ہے تو نصف رات کے ایک بجے کے قریب ہو گا ہو گا کہ یہ وہ آخری وقت ہے،جب عشاء کی نماز ادا کی جاسکتی ہے اور ایک بجے کے بعد فجر کی نماز ادا کی جاسکتی ہے،اس رائے میں ان لوگوں کے لئے آسانی ہے جو صبح آٹھ ، نو بجے کام پر جانا چاہتے ہوں۔وہ نماز فجر کے بعد اپنی نیند پوری کر سکتے ہیں۔

3۔ سُبع اللیل : رات کو سات حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ ساتواں حصہ ایک گھنٹہ بنتا ہے (کہ جہاں رات سات گھنٹے کی ہو) یعنی مغرب کے ایک گھنٹہ بعد عشاء کی نماز پڑھ لی جائے اور طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل فجر کی نماز ادا کرلی جائے۔

4۔ اَقرب الأیام : یہ دیکھا جائے کہ گرمیوں کے مہینوں میں وہ آخری دن کون سا تھا کہ جس دن شفق اَبیض غائب ہوئی تھی اور اس وقت کو اگلے دو یا تین ماہ تک عشاء کی نماز کے لئے اختیار کر لیا جائے تا آنکہ شفق ابیض دوبارہ غائب ہوتی نظر آئے۔ اس رائے میں کوئی آسانی نہیں ہے۔ عشاء کی نماز کے لئے مغرب کے بعد کم از کم دو ڈھائی گھنٹے ہر صورت انتظار کرنا پڑے گا۔

5۔ اَقرب البلاد: یہ دیکھا جائے کہ ان علاقوں سے وہ کونسا شہر قریب ترین ہے، جہاں ان دنوں میں بھی شفق ابیض غائب ہوتی ہے، یعنی 48 خط عرض البلد پر واقع کسی شہر کے اوقات کو اپنایا جائے۔ اس لحاظ سے فرانس قریب ترین ملک ہے۔

6۔ ایک حل ان ممالک میں مقیم عرب علماء اور اہل حدیث کی طرف سے پیش کیا گیا ہے کہ گرمیوں کے مذکورہ مہینوں میں عشاء بہر صورت تاخیر ہی سے ہو گی۔ جن دنوں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی، اس کا

دورانیہ ان چار شہروں میں یوں بنتا ہے۔

لندن: 21 مئی تا 24 جولائی: دوماہ تین دن

(عرض البلد: N51.30)

مانچسٹر: 13 مئی تا 31 جولائی: دوماہ 23 دن

(عرض البلد: N53.28)

انڈنبرا: 5 مئی تا 9 اگست، تین ماہ 5 دن

(عرض البلد: N55.56)

اوسلو (ناروے) 21 اپریل تا 24 اگست: چار ماہ 5 دن

(عرض البلد: N60.00)

توجو لوگ رات کو نماز کے انتظار میں زیادہ دیر تک نہیں جاگ سکتے، وہ مغرب کے ساتھ ہی عشاء کو جمع کر لیں، اس سے مقصود لوگوں کو حرج اور مشقت سے بچانا ہے، نبی ﷺ سے مدینہ میں کبھی کبھار بغیر کسی عذر کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کرنا ثابت ہے۔اس لیے مذکورہ ایام میں مغرب وعشاء کو جمع کر لینا بھی جائز ہوگا۔

خیال رہے کہ یہ اوقات صرف 48 عرض البلد اور 66 عرض البلد میں واقع ممالک کے ہیں جن میں برطانیہ، آئرلینڈ، ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کے جنوبی علاقے اور آئس لینڈ شامل ہیں +70 عرض البلد کے بعد قطب شمالی تک جہاں جہاں بھی آبادی ہے وہاں ایسے دن بھی آتے ہیں جب کہ سورج سرے سے غروب نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

"70" عرض البلد، ناروے کی آخری حدود اور فن لینڈ: سال میں 70 دن سورج غروب نہیں ہوتا۔

80° عرض البلد، گرین لینڈ، سال میں چار ماہ اور پانچ دن سورج غروب نہیں ہوتا۔

89° عرض البلد، کوئی زمینی علاقہ نہیں ہے، برف ہی برف ہے، قطب شمالی کا علاقہ، یہاں چھ ماہ کے لئے سورج غروب نہیں ہوتا۔ یہاں جہاں کہیں بھی مسلمان ہوں، ان کے لئے یہی حکم ہے کہ حدیث دجال کے مطابق وہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں نیند پوری کرنے کے لیے آٹھ گھنٹے مختص کر دیں اور باقی سولہ گھنٹوں میں مناسب وقفوں کے ساتھ پانچوں نمازوں کی ادائیگی کرتے رہیں۔اور یہی حکم روزے کا بھی ہوگا۔

حاجیوں کے نام مبارک بادی کا پیغام

تمہیں مومنو! حج کو جانا مبارک — جزائے عمل حق سے پانا مبارک
وہ اللہ سے لو لگانا مبارک — حرم کو جبیں سے بسانا مبارک
عبادت میں سر کو جھکانا مبارک — غم ماسوا کو بھلانا مبارک
علائق پہ قینچی چلانا مبارک — گناہوں سے دامن بچانا مبارک
رہِ حق میں دولت لٹانا مبارک — قدم نیکیوں میں بڑھانا مبارک
صنم خانۂ کبر ونفسانیت کو — خود اپنے ہی ہاتھوں سے ڈھانا مبارک
وفورِ تمنا سے بے تاب ہو کر — مسرت کے آنسو بہانا مبارک
وہ حق کی اشاعت میں سرگرم ہر دم — وہ باطل کا غرہ مٹانا مبارک
شہنشاہ کونین کے آستاں پر — بصد آرزو تم کو جانا مبارک
جو ہے تم سے روٹھا ہوا ربِ کعبہ — اسے ہر طرح اب منانا مبارک
بصد شوق آنا لبِ چاہِ زمزم — وہ جی بھر کے پینا پلانا مبارک
کبھی خلوتِ شب میں وہ اشک ریزی — کبھی زیرِ لب مسکرانا مبارک
زیارت کی خاطر مدینہ کو جانا — سعادت کا گنجینہ پانا مبارک
حرم کی مقدس فضاؤں میں ہر دم — دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا مبارک
سلامت یہاں لوٹ کے آؤ جب تم — وہ ساتھ اپنے برکات لانا مبارک
پہنچ کر سرِ بارگاہِ رسالت — بہ ہر شوق نغمہ سنانا مبارک
یہ پیغام حماد تم یاد رکھو — دلوں کو تمنا سے آباد رکھو

ابولبیان حماد العمری



موجودہ سماج میں بوڑھے ماں باپ کے ساتھ اولاد کا افسوسناک رویہ

محمد زکریا ازہری

یہ مکافات عمل کی دنیا ہے، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے، ہم اگر بوڑھے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہماری اولاد بھی ہمارے ساتھ اچھا ہی سلوک کرے گی، انسان کے عمل کے بدلہ کا کچھ حصہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالی دے دیتا ہے، اور آخرت میں جو ہو گا سو ہو گا ہی۔

والدین کی خدمت، اولاد کا فریضہ بھی ہے؛ اور دنیا و آخرت کی سعادت کا باعث بھی ہے، سماج میں عموماً بوڑھے ماں باپ کے تئیں الگ الگ مزاج و نفسیات والی اولاد کا رویہ بھی الگ الگ ہوتا ہے، ہمارے سماج میں بھی کچھ ایسا ہی ہے، بعض گھرانوں میں اولاد اپنے والدین کی خدمت، عزت، اور حسن سلوک کو بہت اہمیت دیتی ہے، اور بعض گھرانوں میں اتنی نہیں دیتی جتنی شریعت کی منشا ہے، اسی طرح بعض اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی ضد، ڈکٹیٹر شپ، حتی کہ ناانصافیوں کے تمام رویوں کو برداشت بھی کرتی ہے اور "قول کریم" اور "مصاحبۃ بالمعروف" یعنی ان سے عزت و اکرام سے بات کرنے اور خوش اسلوبی سے نباہنے کو ترجیح دیتی ہے، بعض اولاد اپنے حق کا مطالبہ خوش اسلوبی سے کرتی ہے، تو بعض اولاد اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے تشدد اور سخت کلامی پر اتر آتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سماج کے اکثر والدین جو اپنی اولاد کی پیدائش سے لے کر انھیں جوان کرنے، اور پھر ان کی شادی وغیرہ کے انتظامات تک کی فکر میں اپنی عمر کے بہترین اوقات بچوں کے لیے قربان کر دیتے ہیں وہ کبھی یہ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد ان کے سامنے پریشان حالی اور تکلیف کے ساتھ زندگی گزارے، ظاہر ہے جس بوڑھے ماں باپ نے خون پسینہ ایک کر کے زمینیں خریدی، مکانات بنوائے، جائیداد کمائی، وہ اپنے کسی بھی بچے کے لیے بدخواہ کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

پھر بھی یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ بوڑھے ہونے پر عموماً ماں باپ کیوں ضدی ہو جاتے ہیں اور اولاد کی بات کو یکسر نظر انداز کرنے لگتے ہیں؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ شاید اولاد کو لگتا ہے کہ اخیر عمر میں ماں باپ ضدی اور ہٹ دھرم ہو گئے ہیں، حالانکہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے، اور اولاد کا یہ احساس غلط بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ایک باپ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی صرف اپنی تمام اولاد کی الگ الگ سیٹنگ کرنے ہی کی فکر میں نہیں لگے رہتے بلکہ ساتھ ہی یہ فکر بھی سوار ہوتی ہے کہ

ان کی بقیہ زندگی عزت، سکون، اور آرام سے کیسے گزرے، خاص طور پر بڑھاپے کی اس عمر میں جب وہ اپنی ذاتی حاجت روائی کے لیے اولاد اور ان کی بیویوں کے محتاج ہونے لگتے ہیں۔

تقریباً یہی سوچ کم و بیش سبھی والدین کو رہتی ہے جس کا اظہار کچھ والدین کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے، اب ان کی جو اولاد بڑی ہو جاتی ہے جن کے بچے بھی جوان اور شادی کی عمر کو پہنچنے لگتے ہیں ان کو بھی اپنی اولاد کے مستقبل کے تئیں فکر سوار ہونے لگتی ہے، پھر وہ والدین سے جائیداد تقسیم کرنے، یا انہیں الگ کر دینے کا مطالبہ کرنے لگتی ہے۔ جب کہ اس کے کچھ بھائی ابھی چھوٹے ہوتے ہیں یا ان کی تعلیم اور شادی کے اخراجات کا تقاضا بھی ہوتا ہے ایسی صورتحال میں سوچ اور فیصلے کا ٹکراؤ والدین اور اولاد کے بیچ میں ہونے لگتا ہے اور دراڑیں پڑنے لگتی ہیں۔ یہ سارے مسائل ہمارے سماج میں عروج پر ہیں جہاں مشترکہ گھریلو نظام ہے، اسلام میں مشترکہ گھریلو نظام اور جداگانہ نظام دونوں کا ثبوت عہد رسالت اور عہد صحابہ سے ملتا ہے۔

اسلام کی نظر میں مشترکہ گھریلو نظام بہتر ہے یا جداگانہ نظام؟

دراصل دونوں نظام معاشرت میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ خرابیاں ہیں، مشترکہ نظام میں فیملی کے بوڑھے ماں باپ کو سہارا ملتا ہے، کم عمر بچوں بچیوں، بیماروں اور معذوروں کی بہتر پرورش ہوتی ہے، اچھی تعلیم و تربیت ہوتی ہے، اور اخلاقی سپورٹ ملتا ہے۔

دوسری جانب علاحدہ فیملی نظام میں انسان کے اندر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے اپنی ضرورتیں خود پوری کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، بھائی بہنوں کے تعلقات میں ہم آہنگی اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے، لیکن اسکا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ گھر کے بوڑھے ماں باپ جو خدمت اور اخراجات کے محتاج ہوتے ہیں وہ تنہا پڑ جاتے ہیں، اسی طرح گھر کے مالی اعتبار سے کمزور اور کم عمر افراد کا بعض دفعہ کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

لہذا نظام کوئی بھی ہو گھر میں سکون اور ترقی کا وجود، اور فتنہ و نزاع سے نجات تبھی ممکن ہے جب شریعت کے حدود کی پابندی کی جائے، عدل و انصاف قائم

رکھا جائے، اور ضعیف والدین اور دیگر کمزور افراد کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے، جسے درج ذیل نکات میں پیش کیا جارہا ہے:

☆ والدین کی خدمت و کفالت بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں پر بھی حسب استطاعت واجب ہے، اور اگر ماں مجبور ہو اور اس کی ایسی خدمت کی ضرورت ہو جو کوئی عورت ہی انجام دے سکتی ہے، اور گھر میں بہو کے سوا کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں بہو پر ساس کی خدمت واجب ہے۔ اسی طرح اگر والدین بالکل مجبور ہوں یا ایسی بیماریوں مبتلا ہوں کہ بیٹی کی خدمت کے محتاج ہوں (چاہے بیٹی شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو) اور اس شادی شدہ بیٹی کے علاوہ کوئی خدمت گار نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹی کو والدین کی خدمت کرنی چاہئے، اور شوہر کو چاہئے کہ اس کی اجازت دے۔ (قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

☆ اگر گھر میں ذرائع آمدنی و اخراجات مشترک ہوں تو اخراجات کے بعد بچی ہوئی رقم میں سبھی افراد برابر کے حقدار ہوں گے، لیکن اگر سبھی بھائیوں کا ذریعہ آمدنی الگ الگ ہے اور سب بھائی برابر برابر پیسے گھر کے اخراجات کے لئے جمع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک بھائی برابر پیسے جمع کرنے کے بعد زائد رقم بچا کر اپنے پاس رکھتا ہے تو اس میں وہ خود تصرف کا مالک ہو گا، دوسرے بھائی اس کے حقدار نہیں ہونگے۔ (قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

☆ اگر والدین تنگ دست ہوں تو اولاد کے ذمہ ان کی تمام بنیادی اخراجات واجب ہیں، اولاد کے لئے جائز نہیں ہے کہ

وہ والدین کو روزی کمانے پر مجبور کرے، اگرچہ والدین کمانے کے لائق ہی کیوں نہ ہوں، والدین اگر خود کفیل ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب نہیں ہے، لیکن اولاد کو چاہئے کہ اخلاقی طور پر والدین کی ہر جائز خواہش کو پوری کرے۔(قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

☆ خدمت کے محتاج والدین کو چھوڑ کر اولاد کا دوسرے شہر میں روزی کمانے یا معیار زندگی بلند کرنے کی غرض سے جانا اس وقت جائز ہو گا جب کہ والدین کے خدمت گار موجود ہوں، اور والدین بھی اس پر راضی ہوں۔(قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

☆ والدین کی زندگی میں تقسیم جائداد کا مطالبہ کرنا اولاد کا حق نہیں ہے، والدین اگر خود اپنی مرضی سے جائداد میں مالکانہ تصرف دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے،(قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

واضح رہے کہ

والدین بھی اپنی بڑی اور صاحب اولاد بیٹے کی رہائش وغیرہ کی پریشانی کو مد نظر رکھتے ہوئے کوشش کریں کہ ممکن ہو سکے تو اپنی زمین و جائداد میں اس کے حصے کے بقدر رہائش کا انتظام کریں۔

سماج میں صاحب اولاد، برسر روزگار بیٹوں کو اکثر یہی شکایت ہوتی ہے کہ وہ والدین (جن کے پاس زمین جائداد تقسیم کرنے کی گنجائش ہوتی ہے) محض اپنی پراپرٹی کو اپنی محنت کی کمائی ہوئی پونجی تصور کرکے اسے تا زندگی گلے سے لگائے رہتے ہیں، چاہے بیٹا اپنی جوان اولاد کو ایک ہی کمرے میں رکھ کر مشقتیں اٹھاتا رہے، اور اپنے ازدواجی حقوق سے محروم ہوتا رہے، والدین کی جانب سے یہ بے حسی کسی بھی صورت میں نہ شرعا جائز ہے نہ عقلاً، ہاں اگر زمین جائیداد کی مجبوری ہے تو پھر والدین مجبور ہیں۔

☆ اولاد کا اپنے والد کو نکاح ثانی سے روکنا، بالخصوص جب پہلی ماں کا انتقال ہو جائے، قطعاً جائز نہیں ہے۔

☆ خلاصہ یہ کہ بوڑھے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک، انکی خدمت اور انکی جائز خواہشوں کو پوری کرنا اولاد کا فریضہ بھی ہے اور ذمہ داری بھی، چاہے اولاد چھوٹی ہو یا بڑی الگ رہتی ہو یا ایک ساتھ، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، بیٹی ہو یا بیٹا، اسے اپنے والدین سے تقسیم جائیداد کے لیے مجبور کرنا یا دباؤ بنانا جائز نہیں ہے۔ ہاں والدین کو بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ

اگر گنجائش ہے تو اپنے صاحب اولاد بیٹوں کو رہائش وغیرہ کا انتظام کرتے ہوئے انھیں خود کفیل بنا دیں۔ اور یہ تمام امور باہمی مفاہمت، اولاد اور والدین کی ایک دوسرے کی ضرورت، مجبوری اور تکلیفوں کو سمجھنے پر منحصر ہے۔ اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ دے اور شرعی اصولی زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب تم اپنے بھائی کو گناہ کرتے دیکھو تو اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ یوں کہنے لگو: اللہ اسے رسوا کرے، اللہ اسے برباد کرے! بلکہ یوں کہو: اللہ اسے توبہ کی توفیق دے، اللہ اس کی مغفرت فرمائے۔" (الزھد لابن المبارک: 896)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"گناہ کے اثرات میں سے سب سے خوفناک یہ ہے کہ انسان کے دل سے نیکی و اطاعت اور توبہ و انابت کے ارادے بتدریج کمزور پڑتے پڑتے آخر معدوم ہو جاتے ہیں۔ جب اس کا ارادہ نیم مردہ ہو جائے تب اسے توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ پھر حالت یوں ہوتی ہے کہ اس کی زبان پر تو ظاہری اور جھوٹ موٹ توبہ و استغفار کا ورد جاری رہتا ہے، جبکہ دل گناہ کے ساتھ معلّق و اس پر مُصر رہتا ہے۔ (زبانی توبہ و استغفار کرتے ہوئے بھی) وہ اس تاک میں ہوتا ہے کہ کب گناہ کا موقع ملے اور وہ ارتکاب کر بیٹھے اور یہ سب سے بڑی اور مہلک ترین بیماری ہے۔" (الداء والدواء)



فقہ وفتاوی

دو خطبے ایک خطیب ۔۔ دو جمعے ایک امام

محمد ابوحمزہ الفیصل (بریڈفورڈ)

نماز مسلمانوں پر اللہ کا عائد کردہ فرض ہے۔ نماز اللہ کا عطا کردہ تحفہ ہے۔ نماز اللہ سے مانگنے کا ذریعہ ہے۔ نماز اللہ سے بات کرنے کا طریقہ ہے۔ نماز رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز قیامت کے دن پہلا حساب ہے۔ نماز میں جو کامیاب ہوا وہ جنت کا حقدار۔ نماز میں جو ناکام رہا وہ ایندھن نار۔

نماز خالصتاً اللہ کی عبادت ہے۔ نماز شب وروز میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ نفلی نماز کا کوئی خاص عدد مقرر نہیں ۔ موقع و مناسبت کے لحاظ سے نفلی نماز کے مختلف نام وارد ہوئے ہیں۔ جیسے چاشت کی نماز، استخارہ کی نماز، نماز تسبیح، نماز حاجت، توبہ کی نماز، تہجد کی نماز، تراویح کی نماز، بارش کیلئے نماز، چاند یا سورج گرہن کی نماز۔ الغرض انسان اپنی اپنی ضرورت کے مطابق نماز کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

ہر نماز کیلئے اپنے اپنے اوقات اور اصول وضوابط طے ہیں۔ فرض نماز با جماعت جبکہ نفلی نماز انفرادی حیثیت میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ کسی معقول عذر کی بنا پر اگر کسی کی فرض نماز رہ جائے تو اسے قضاء کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔

اگر کسی نے وقت پر نماز با جماعت یا اکیلے ادا کر لی ہو تو کیا وہ دوبارہ اُسے پڑھ سکتا ہے۔ انفرادی طور پر تو وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ ایک نماز ایک دفعہ ہی ادا کی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ ایک دن میں (وہی) نماز دو مرتبہ نہیں پڑھی جاتی۔ البتہ اگر اسے موقع میسر آئے یا کوئی سبب بنے تو وہ جماعت کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ اس کو فقہاء نے نماز دہرانے کے باب میں بیان کیا ہے۔

اس کا حوالہ ہم امام محمد بن رشد القرطبی کی کتاب بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد سے دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: بشر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: تمہیں کیا ہے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کی۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ جواب دیا ضرور یا رسول ﷺ، لیکن میں نے گھر پر نماز پڑھ لی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا:

اگر تم (مسجد میں) آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرو اگرچہ تم پہلے بھی ادا کر چکے ہو۔

بظاہر یہ واقعہ خود بشر کا ہے یا اُن کے والد کا۔ علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نماز دوبارہ ادا کی جاسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری روایت ہم مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی کتاب اتحاف الکرام سے پیش کرتے ہیں۔ مولانا موصوف ؒ نے یہ کتاب حافظ ابن حجر العسقلانی کی کتاب بلوغ المرام کی شرح میں لکھی ہے۔

وہ لکھتے ہیں :

سیدنا یزد بن اسود ؓ یان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو دو ایسے آدمیوں پر نظر پڑی جنھوں نے نماز (آپ کے ساتھ) نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے دونوں کو اپنے پاس بلوایا۔ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو (خوف کے مارے) اُن کے شانے کانپ رہے تھے۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟" دونوں نے عرض کیا :

ہم اپنے گھروں پر نماز پڑھ چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا مت کرو۔ اگر تم اپنے گھروں پر نماز پڑھ چکے ہو پھر تم امام کو پالو اور امام نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو تو اُس کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔" (مسند احمد؛ جامع ترمذی؛ صحیح ابن حبان)

ہمارے خیال میں اس واقعہ میں مزید بہت سے ابواب بیان کئے جاسکتے ہیں جیسے گھر پر نماز پڑھنا، پھر نماز کے بعد مسجد میں آنے کی ضرورت وغیرہ لیکن ہم اسے مضمون کی مناسبت سے نماز دہرائے جانے تک محدود رکھتے ہیں۔

دوسرا باب فقہاء نے یہ وضع کیا کہ امام کو مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے نماز کی قراءت میں تخفیف کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں بھی دو رواتیوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔

ایک کو ہم مولانا صفی الرحمن مبارکپوری ؒ کی کتاب اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام سے پیش کرتے ہیں:

سیدنا جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ

سیدنا معاذ ؓ نے اپنے مقدیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے قراءت لمبی کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تو نمازیوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ جب تو لوگوں کو امامت کرائے تو وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا جیسی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ (صحیح بخاری؛ صحیح مسلم)

اس روایت میں واضح نہیں آیا، سیدنا معاذ ؓ پہلے اپنی نماز ادا کر چکے تھے یا یہی ان کی پہلی نماز تھی۔

اس حدیث کی روشنی میں فقہاء کا کہنا ہے کہ کوئی اپنی نماز پہلے ادا کر چکے تو وہ ان لوگوں کو نماز کی جماعت پڑھا سکتا ہے، جنہوں نے ابھی فرض نماز ادا نہ کی ہو۔ اس صورت میں امام کی نفل نماز ہو گی اور مقتدیوں کی فرض۔

یمن کے قاضی اور چیف جسٹس امام علی بن محمد شوکانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا کوئی 2 سو سال پہلے انتقال ہوا ہے وہ اس واقعے کو اپنی کتاب نیل الاوطار میں دو روایتوں سے قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے۔ پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو انہیں باجماعت نماز پڑھاتے۔(متفق علیہ)

دوسری روایت کو وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن رفاعہ کا کہنا ہے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ معاذ ہمیں رات گئے جب ہم سو چکے ہوتے ہیں، نماز کیلئے بلاتے ہیں اور لمبی قراءت کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے کاموں کیلئے بھی جانا ہوتا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو کہا کہ اے معاذ فتنہ نہ ڈالو، یا تم میرے ساتھ نماز ادا کرو یا پھر اپنی قوم پر تخفیف کرو۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اِس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ معاذ یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو اور پھر اپنی قوم کے ساتھ نہ پڑھو۔ یا پھر اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھاؤ اور میرے ساتھ نہ پڑھو۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات مسئلے کو اور بھی واضح کرتی ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا دوبارہ اپنے محلے کی مسجد میں جماعت کرانا مخصوص حالات کی وجہ سے تھا اور اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کڑی شرط عائد کی تھی۔

بلکہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا سہارا لیتے ہوئے اگر اجازت ہو تو ہم کہ سکتے ہیں کہ گویا سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو کہا جا رہا ہو کہ اگر یہی قراءت کا مزا لینا ہے تو ہمارے ساتھ ہی نماز ادا کرو۔ ورنہ عوام الناس کو حالات کے مطابق ہلکی نماز پڑھاؤ۔ لوگوں میں کمزور، ضعیف اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

تیسرا باب جو فقہاء قائم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ کیا کوئی امام کی اقتداء سے نماز کو توڑ کر الگ اپنی نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس کیلئے بھی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا جاتا۔

ہمارے مطالعے میں کہیں کسی امام نے اس بات پر بحث نہیں کی کہ آیا کوئی امام ایک ہی نماز کی ایک سے زائد امامت کرا سکتا ہے۔ بالخصوص جمعے کی نماز کو دہرانے پر تو کسی امام نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں اگر جمعے کی نماز کو بھی عام نمازوں پر قیاس کیا جائے تو پھر امام احمد سعید بن حزم الاندلسی نے اپنی کتاب المحلی بالآثار میں یہ بات لکھی ہے کہ امام کیلئے جائز ہے کہ وہ ایک ہی نماز متعدد مساجد میں پڑھائے۔ پہلی اُس کیلئے فرض ہو گی جبکہ باقی تمام نفلی ہوں گی۔

البتہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہی اصول کے برعکس اپنے اس قول کے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔

ممکن ہے وہ بھی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واقعے کو ہی بنیاد بنا کر یہ بات کرتے ہوں۔

پھر اگر امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو درست مان کر دلیل پیش کی جائے تو پھر ایک ہی امام کا اپنی ہی مسجد میں دو دو جماعتیں کرانے میں کیا ممانعت ہو گی۔ بالخصوص جمعے کی نماز جس کیلئے ویسے بھی آجکل ایک "ٹرینڈ" سا بنا ہوا ہے کہ جمعے کی دو دو جماعتیں کرائی جاتی ہیں۔

ایسا واقعہ حالیہ دنوں میں ہمارے شہر بریڈ فورڈ میں پیش آیا جب ایک امام نے بلا ضرورت شہر کی دو مختلف مسجدوں میں جمعے کی امامت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔

ہمارا نہیں خیال کہ انہیں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے سے واقفیت تھی یا نہیں۔ لیکن امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ہی حل کر دیا کہ اگر مسجد تنگی دامن کی شکایت کر رہی ہو تو ایک ہی مسجد میں دو مختلف اوقات میں ایک ہی امام جمعہ کے فرائض ادا کر سکتا ہے۔

اگر امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی اِس بات میں وزن نہیں ہے تو پھر ایک امام کے دو جمعے ادا کرانا بھی قیاس اور سنت سے دور اور اتباع نفس اور بدعت کے زیادہ قریب ہو گا۔ لہٰذا آج اکیسویں صدی کے برطانوی علماء اسلام کو اس پر اجتہاد کے ذریعے کوئی فتویٰ صادر کرنا چاہیئے۔ وباللہ التوفیق، وماعلینا الا البلاغ، واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

اللہ کا سب سے مضبوط قلعہ

شیخ الاسلام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فإن الطاعة حصن الله الأعظم، من دخله كان من الآمنين من عقوبات الدنيا والآخرة

"بے شک اطاعتِ الٰہی اللہ رب العزت کا سب سے بڑا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ دنیا و آخرت کے مصائب سے بچ جانے والوں میں سے ہو جائے گا۔"(الجواب الکافی : 75)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ جو چیز عقل وروح کو تقویت بخشتی، جسم کی حفاظت کرتی اور خوش بختی کی ضمانت بنتی ہے وہ کثرت کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت کرنا ہے۔"

(مجموع الفتاوی :7/493)

☆☆☆

